تعلیم الایمان

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ. (الزمر:٦٧)

اوران لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔

صفاتِ الٰہی

المعید۔ الحسیب

میں غور وفکر کا طریقہ

مؤلف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

مفتی محمد شعیب مظاہری

ناشر

عظیم بک ڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ صفاتِ الٰہی المعید والحسیب میں غور وفکر کا نایاب طریقہ

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری 9849085328

(مفسر قرآن ومصنف: ''آسان ترجمہ وتفسیر قرآن'')

مفتی محمد شعیب مظاہری 9640213661

(خطیب مسجد وزیر النساء، احمد نگر)

سنہ طباعت:۔ ۲۰۲۲ء مطابق ۱۴۴۳ھ

تعداد اشاعت:۔ 300

کمپیوٹر کتابت:۔ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی۔9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔9997177817

اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماءِ الٰہی میں غور وفکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور ایمان بالکتب، ایمان بالرسالۃ، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کیلئے ''ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ'' پڑھئے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوتِ دین کا حق ادا کیجئے۔
عظیم بکڈپو دیوبند یوپی سے نصف قیمت پر کتابیں حاصل کرسکتے ہیں۔

مدارسِ اسلامیہ کو ان کی خواہش پر ایک نسخہ تحفۃً دیا جائے گا۔

اَلْمُعِيْدُ

دوبارہ زندہ کرنے والا

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتاً فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ o (بقرہ:۲۸)

تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمہیں زندگی بخشی، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔(ال عمران:۱۸۵)

جو لوگ ایمان سے خالی ہوتے ہیں وہ اللہ کی اس صفت کو نہیں سمجھ سکتے، وہ اپنی عقل پر بھروسہ کر کے جسم کے سڑ گل جانے یا آگ کے حوالے ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا تصور نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا انسان کے لئے صرف دل بہلائی اور کھیل کود کا سامان نہیں بنایا؛ بلکہ اس نے کائنات کی ہر چیز ایک خاص مقصد، حکمت اور مصلحت کے تحت پیدا کیا، جن اور انسان کو بھی اللہ نے خاص مقصد کے تحت پیدا کیا، اس نے دنیا کو ان کے لئے دار العمل بنا کر امتحان گاہ بنایا، جن اور انسان کو دنیا میں آزادی واختیار دے کر عقل، فہم، ضمیر، پیغمبر اور کتاب دے کر امتحان میں رکھا، ہر انسان کو الگ الگ زمانوں میں دنیا میں بھیج کر اچھے یا برے عمل کرنے کے مواقع عطا فرما رہا ہے اور ہر ایک کی مدتِ عمر ختم ہوتے ہی اس کو دنیا میں موت کے ذریعہ آخرت کی طرف منتقل کر رہا ہے، اس نے تمام انسانوں کو جو آدم سے قیامت تک دنیا میں آئیں گے ایک دن دوبارہ زندہ کرے گا اور ان کی زندگیوں کا حساب لے گا، دوبارہ زندہ ہونے پر انسانوں کو کامل یقین پیدا کرنا ہوگا، تب ہی وہ مرنے کی بعد والی زندگی کی تیاری کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے، دنیا میں انسان کو مختصر مدت کے لئے رکھا گیا ہے، انسان کا اللہ کی اس صفت پر جتنا کامل یقین ہوگا اتنا ہی اس کا عقیدۂ آخرت پر حق الیقین ہوگا، اور جتنا زیادہ عقیدۂ آخرت مضبوط ہوگا اتنا ہی زیادہ انسانی زندگی دنیا میں صحیح اور درست ہوگی اور جنت کے راستے اور کامیابی کے راستے پر ہوگی، موجودہ زمانہ میں انسانوں کا دوبارہ زندہ کرکے حساب دینے کا عقیدہ بہت کمزور ہوگیا ہے، اس لئے وہ حساب دینے کا احساس بہت کمزور رکھ کر آخرت سے غافل بنے ہوئے ہیں، ہر ایمان والے کو اللہ کی اس صفت **اَلْمُعِیْدُ** (دوبارہ زندہ کرنے والا) پر کامل اور مکمل یقین ہونا بہت ضروری ہے، انسانوں کو بداعمالیوں سے روکنے اور گمراہی سے بچانے کے لئے عقیدۂ آخرت کو اس صفت سے مضبوط کیا جاسکتا ہے، جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر حساب دینے کا عقیدہ نہیں رکھتے ہیں ان کے نزدیک نیکی اور برائی کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی، وہ جنت اور دوزخ کا کوئی احساس ہی نہیں رکھتے، وہ اللہ کی اطاعت کے مقابلہ شیطان ونفس کی اطاعت میں دوڑتے ہیں، اس عقیدہ کو مضبوط کرنے اور اس صفت پر کامل یقین پیدا کرنے کے لئے انسانوں کو رات دن دنیا کی چیزوں پر غور وفکر کرتے رہنا چاہئے، انسان اپنی ناقص عقل سے یہ سوچتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد مٹی بن جائے گا، ہڈیاں سڑگل کر بورا بورا ہوجائیں گی یا اُسے آگ میں جلاکر راکھ کردیا جاتا ہے، پھر وہ دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟

انسان اللہ کو اپنی طرح مجبور ومحتاج نہ سمجھے، وہ تو ہر قسم کی مجبوریوں اور محتاجیوں سے پاک ہے، وہ تو ہر قسم کی قدرت رکھتا ہے، انسان جبکہ کچھ بھی نہیں تھا، اس کا دنیا میں وجود ہی نہیں تھا، اللہ نے اس کو پانی کے قطروں سے حرکت کرنے والا، چلتا پھرتا، اچھلتا کودتا اور دوڑتا چھ فٹ کا انسان بنادیا، اس کو بنانے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کونسا مشکل کام ہے، انسان کے ذرّات پانی میں تھے، ہواؤں میں تھے، سورج کی روشنی اور گرمی میں تھے، پھلوں، ترکاریوں، اناج اور غلوں میں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان تمام ذرّات سے پانی کا قطرہ بناکر اُسے انسان کی شاندار شکل وصورت دی، جب وہ بکھرے ہوئے ذرّات کو ایک جگہ کرکے ایک شکل دے سکتا

ہے تو مر جانے، سڑ گل جانے یا راکھ بن جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کونسا مشکل کام ہے۔

☆ اُسے تو سوچنا چاہیئے کہ اس کے اطراف میں جو زمین ہے اللہ تعالیٰ اُسے ہر موسمِ گرما میں خشک کر کے مردہ بنا دیتا ہے اور زمین جگہ جگہ سے تڑخ جاتی ہے، پھر جب اس پر برسات کے موسم میں پانی برساتا ہے تو دوبارہ زندہ ہو کر لہلہاتے کھیت، باغات اور چمن میں تبدیل ہو جاتی ہے، یہ عمل اللہ تعالیٰ ہر سال موسم گرما اور بارش میں کر کے انسان کو دوبارہ زندہ کرنے کی دلیل سمجھا رہا ہے، جب وہ اس پر قادر ہے تو پھر انسان کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟!

☆ اللہ تعالیٰ مردہ گھاس اور پودوں کے بیجوں کو جو مٹی میں کئی سالوں تک مردہ پڑے رہتے ہیں، پانی دے کر دوبارہ زندہ کر دیتا ہے اور وہ لہلہاتے سبزہ زار میں تبدیل ہو جاتے ہیں، درخت جو پوری طرح سوکھ جاتے ہیں یا پتّے اور ڈالیاں کاٹ کر اس کو ننگا کر دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بار بار نئے پتّے اور ڈالیاں پیدا کرتا ہی رہتا ہے، جب وہ اس پر قادر ہے تو انسان کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟!

☆ درخت پر پت جھڑ کا موسم آتا ہے تو درخت کے پتّے گر کر درخت ننگے ہو جاتے ہیں، پھر موسم بہار میں یا تیز گرما میں تازے ہرے بھرے پتّے باوجود تیز دھوپ کے درختوں کو تازہ کر دیتے ہیں، انسان یا جانور سخت گرما میں تیز دھوپ کو برداشت نہ کر کے مر جاتے ہیں، مگر درختوں کے چھوٹے چھوٹے پتے تازے اور ہرے بھرے رہتے ہیں اور مردہ درخت تازے اور ہرے بھرے نظر آتے ہیں، جب اللہ اس پر قادر ہے تو انسانوں کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟!

☆ اللہ تعالیٰ پانی کو ہواؤں کے ذریعہ بھاپ بنا کر اڑاتا ہے یا پانی کو برف بنا کر پتھر کی طرح بنا دیتا ہے، پھر بھاپ اور برف کو دوبارہ پانی میں تبدیل کر دیتا ہے، پانی گندہ اور ناپاک ہو کر مردہ بدبودار اور خراب شکل کا بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ پھر اس کو پاک کر کے تازہ، نیا، صاف اور شفاف زندہ کر دیتا ہے، وہ کھارا ہوتا ہے تو اس کو میٹھا بنا دیتا ہے، یہ عمل پانی کے ساتھ بار بار ہوتا ہے، جب وہ ایسا کر سکتا ہے تو انسانوں کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟!

☆ سورج، چاند اور بے حساب ستاروں اور سیاروں کو ہر روز غروب کر کے یا سورج اور چاند کی روشنی کم کر کے بار بار اصلی حالت میں طلوع کرتا ہے، بار بار دن کو ختم کر کے رات لاتا ہے اور رات کو ختم کر کے دن لاتا ہے، گرما کے موسم کو ختم کر کے سردی اور برسات کا موسم اور پھر دوبارہ گرما کا موسم بار بار لاتا ہے، جب وہ ایسا کرنے پر قادر ہے تو انسان کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟!

☆ انسان کو ہر روز چھوٹی موت کے ذریعہ نیند دے کر دوبارہ زندہ کرتا ہے، بار بار تھکان کو دور کر کے تازگی اور نیا پن دیتا ہے، تو وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟! بے شک وہ ہر انسان کو دوبارہ پیدا کر کے ضرور حساب لے گا۔

☆ ہوا کو اللہ نے کئی گیاسوں کا مجموعہ بنایا ہے، ہوا میں آکسیجن جانداروں کے لئے بنایا اور کاربن ڈائی آکسائیڈ درختوں کے لئے بنایا، ہر روز وہ ہوا کو انسانوں میں داخل کر کے کاربن ڈائی آکسائیڈ بناتا اور پھر درختوں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کو داخل کر کے آکسیجن بناتا ہے، یہ عمل وہ ہر روز اور ہر لمحہ بار بار کرتا رہتا ہے، بے شک وہ اَلْمُعِيْدُ ہے، وہ دوبارہ زندہ کرنے پر ہر طرح سے قدرت رکھتا ہے، وہ قیامت قائم ہونے کے بعد تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے حشر کے میدان میں جمع کرے گا اور ان کی زندگیوں کا حساب لے گا۔

☆ اللہ اپنی قدرت میں مجبور نہیں، اس نے جب دنیا بنائی تو ہر قسم کی نباتات اور حیوانات پیدا کئے، آج ہزاروں سال بعد بھی ہر قسم کے حیوانات بالکل اسی طرح پیدا ہو رہے ہیں جیسے شروع دنیا میں پیدا ہوتے تھے، ان کی جسامت، شکل وصورت اور طبیعت ومزاج سب اسی طرح کا ہے جو شروع میں تھا؛ حالانکہ ان کا کوئی سانچہ ماڈل یا نمونہ نہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صرف دو پانی کے قطروں سے ماں کے پیٹ میں یا انڈے میں بناتا ہے، ان میں ذرہ برابر کوئی فرق نہیں اور اللہ کو بار بار پیدا کرنے میں کوئی مشکل نہیں، اسی طرح اللہ نے نباتات پیدا کئے اور آج ہزاروں سال بعد بھی ہر قسم کے پودوں سے بالکل ویسے ہی وٹامن اور طاقت رکھنے والے غلے، اناج، ترکاریاں، میوے پیدا کر رہا ہے، ان کی شکل وصورت اور رنگ بالکل ویسے

ہی ہیں جیسے ہزاروں سال پہلے تھے، ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں جو جانور گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ یا درخت اور پودے یا ان کے پھل اور ترکاریاں اور غلّے جو الگ الگ ملکوں میں پیدا ہوتے ہیں وہ اس زمانے میں دوسری شکلوں میں پیدا ہو رہے ہیں، حالانکہ تمام ممالک ایک دوسرے سے دور دور ہونے کے باوجود ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ نباتات اور حیوانات کی شکل وصورت بدل گئی ہو، یہی حال پھولوں، درختوں اور پودوں کا ہے، جب اللہ تعالیٰ ہزاروں سالوں سے پودوں درختوں اور جانوروں کو مختلف زمانوں میں بار بار ایک ہی جیسا پیدا کر رہا ہے، تو انسانوں کو دوبارہ پھر ویسا ہی پیدا کیوں نہیں کرسکتا؟ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کو اپنی قدرت میں کوئی مجبوری نہیں۔

یہ ایک ایسی صفت ہے جس کا پختہ یقین پیدا ہونے سے انسان کی دنیوی زندگی سدھر جاتی ہے اور وہ دن رات دنیا کو اصل نہیں سمجھ کر آخرت کی تیاری میں لگ جاتا ہے اور دنیا سے آخرت بناتا ہے، جب انسان کا اس صفت پر یقین کمزور ہوتا ہے تو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر دنیا کی چمک دمک اور عیش وآرام پر اپنی پوری توانائی خرچ کر دیتا ہے، اس کو یہ احساس ہی نہیں رہتا کہ دنیا دار العمل ہے، یہاں سے مرنے کے بعد آخرت میں منتقل ہو کر، ایک دن دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینا ہے اور جزا یا سزا پانا ہے، اسی صفت کو یاد رکھنے اور اس پر یقین مضبوط کرنے سے وہ گناہ سے گھبراتا اور ظلم وزیادتی کرنے سے رکا رہتا ہے، اس صفت پر کمزور ایمان رکھنے سے بے لگام اونٹ کی طرح جدھر چاہے جیسے چاہے زندگی گزارتا، اللہ کی نافرمانی کا احساس ہی نہیں رکھتا، آج دنیا میں غیر مسلم تو غیر مسلم مسلمان بھی اس صفت کو بھول گئے اور دوبارہ زندہ ہونے کا کمزور احساس رکھتے ہیں، ان کو حساب دینے کا احساس ہی نہیں اور نہ دوزخ کی سزاؤں کا ڈر ہے۔

دنیا کے سفر میں انسان پورے ہوش کے ساتھ رہتا ہے!

دنیا میں انسان جب ویزا لیکر کسی دوسرے ملک جاتا ہے تو وہاں ایک ایک منٹ گذرنے پر نگاہ رکھتا ہے کہ اُسے اس ملک کو چھوڑنے کے دن قریب آ رہے ہیں، وقت

تیزی سے گذرتا ہوا نظر آتا ہے، دن اور تاریخ پر نظر رکھتا ہے، وہاں اگر اسے کوئی یہ مشورہ دے کہ آپ اس ملک میں ہوٹل میں ٹھہرنے کے بجائے ایک پلاٹ خرید کر مکان بنالیں اور آرام وسکون سے رہیں، یا پھر ہوٹل کے کمرے کو مختلف آرام دہ چیزوں سے سجالیں، کمرے کو کلر کرلیں، تو وہ کہے گا کہ میں ایک مسافر کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں، جیسے ہی ویزا ختم ہوجائے گا مجھے یہاں سے نکال دیا جائے گا، مجھے تو بس ایک مسافر کی حیثیت سے ایک خاص مقصد کے تحت یہاں رہنا ہے، اگر میں اپنی پونجی کو مقصد کے خلاف استعمال کروں گا تو یہاں سے فائدہ حاصل کرکے نہیں جاسکوں گا، پھر مجھے اپنے وطن میں تکلیف اٹھانی پڑے گی اور میں واپس جاکر پریشانی میں مبتلا ہوجاؤں گا، مجھے تو اپنے اس سفر میں تجارت کرکے مال کمانا اور مال کماکر اپنے وطن بھیجنا ہے۔

اس کے برعکس ایسا انسان جو غیر ملک جاکر اپنے وقت کو برباد کرے، ناچ گانا بجانا اور کھیل کود یا جوا اور ریس وغیرہ کی لالچ میں دولت ضائع کرے یا مختصر وقت کے غیر ملکی ٹھکانے کو اپنا اصلی ٹھکانہ سمجھ کر وہاں گھر بنائے اور گھر کو خوب سجائے تو ایسے انسان کو بیوقوف اور نادان کہیں گے، وہ ویزا ختم ہونے کے بعد خسارے اور گھاٹے کے ساتھ اپنے ملک واپس ہوگا، اور اس کو اپنے وطن میں مفلسی اور فقیری کی زندگی گذارنی پڑے گی۔

دنیا سے آخرت کمانے کے سفر میں انسان غافل بنا رہتا ہے

بالکل اسی طرح انسان کو اللہ نے دنیا کی زندگی میں 60, 70, 80 سال کا ویزا دے کر بھیجا ہے، اور دنیا میں مختصر وقت کا ٹھکانہ دے کر رکھا ہے اور انسان کو دنیا سے آخرت کمانے والی تجارت کے لئے یہاں رکھا ہے، اور اس کو ایمان کے ساتھ اچھے اور نیک اعمال کرنے کی دولت حاصل کرنے کا موقع دیا۔

اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں بوئیں گے وہی وہاں کاٹیں گے، جو انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ نہیں رکھے گا وہ اپنی دنیا کی زندگی کو غافل مسافر کی طرح اللہ کی بغاوت ونافرمانی میں گذار

کر گھاٹے اور خسارے کے ساتھ دنیا سے جائے گا، مگر دنیا کے کروڑ ہا انسان دنیا میں آخرت کی زندگی بنانے سے غافل بنے ہوئے ہیں۔

موت کے ذریعہ آخرت کے بھولنے کی اصل وجہ

بیوقوف اور نادان انسان اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ کر دھوکہ کھاتا ہے کہ انسان موت کے بعد یا تو دفن کر دیا جاتا ہے یا جلا دیا جاتا ہے، وہ یہ نہیں سوچتا کہ جسم تو مٹی میں مل کر فناء ہو جاتا ہے مگر روح کہاں جا چکی ہے، موت جسم پر آتی ہے، روح پر موت نہیں آتی، وہ سمجھتا ہے کہ ہزاروں سال بعد جب انسان مٹی میں مل کر ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ کیا جا سکتا ہے؟ گویا وہ دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کو المعید (دوبارہ زندہ کرنے والا) نہیں مانتا، حالانکہ جسم تو مٹی میں مل کر فناء ہو جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ ہر انسان کی روح کو محفوظ رکھ کر قیامت کے دن دوبارہ جسمانی اعضاء کے ساتھ زندہ کر کے حساب لے گا، اسی لئے اس کی روح کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔

موت کے ذریعہ آخرت کو یاد رکھنا ضروری ہے!

اگر انسان کو یہ عقیدہ یاد رہے کہ یہ زندگی مختصر اور کچھ مدت کے لئے ہے، یہاں ہر چیز آ رہی ہے اور پھر اپنی مدت پوری کرنے کے بعد دنیا سے چلی جا رہی ہے، بارش کا موسم بار بار آتا ہے اور چلا جاتا ہے، سردی و گرمی کے موسم بار بار آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، درخت کی ڈالیاں توڑی جائیں تو وہ بار بار تازہ بن کر آتی ہیں، گرگٹ زندہ رہتے ہوئے اپنا رنگ تبدیل کرتا ہے، سانپ کو اللہ تعالیٰ زندہ رکھ کر جسم پر سے پوری کھال تبدیل کر دیتا ہے، ہر انسان' جانور' چرند و پرند بچپن میں ایک جسم والے ہوتے ہیں، جیسے جیسے بڑھتے جاتے ہیں جسم ان کا ویسا نہیں رہتا جیسے بچپن میں تھا، درخت پہلے پودے ہوتے ہیں' پھر درخت بن کر بالکل بدل جاتے ہیں، کیچڑ' گندگی' پھلوں اور ترکاریوں میں بغیر نر و مادہ کے کیڑے پیدا ہوتے ہیں، ہزاروں سال پہلے غلہ' اناج' ترکاریاں اور جانور جس فطرت' جس رنگ' جس قد اور جن صفات کے پیدا ہوئے تھے آج بھی ویسے ہی پیدا ہو رہے ہیں،

جانداروں کے جسموں میں خلیات ہر روز مرتے ہیں' پھر ان کی جگہ نئے خلیات فوراً پیدا ہو جاتے ہیں، ناخن اور بال بار بار کاٹنے کے باوجود آتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ معجزہ دے کر مردوں کو زندہ کر کے بات کرنے کے قابل بنایا تھا، جب انسان کو اللہ تعالیٰ یہ قدرت دے سکتا ہے تو وہ خود کسی مردے کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟ وہ تو ہر چیز پر ہر اعتبار سے قادر ہے، انہی کو معجزے میں اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی تھی کہ وہ کوڑھی کو اچھا کر دیتے اور اندھے کو بینا کر دیتے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کھجور کے تنے کو ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے منبر بن جانے کے بعد اُس پر ٹیک لگانا چھوڑنے پر اس تنے سے رونے کی آواز آئی، آپؐ کے انگلی کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ابو جہل کے ہاتھ میں کنکریوں نے کلمہ پڑھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء سانپ بن جاتا تھا، بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی، اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کو تین سو سال سلائے رکھا' پھر بیدار کیا، یہ سب اللہ کی صفت المعید کو ظاہر کرتے ہیں، وہ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال تک موت دے کر پھر زندہ کیا، ان کے گدھے کی ہڈیاں بورا بورا ہو کر بوسیدہ ہو گئیں، مگر کھانا تر و تازہ رہا، سڑا نہیں، اسی طرح قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کو پال کر ذبح کرنے کو بیان کیا، پھر ان کو آواز دینے پر ان پرندوں کے ٹکڑے جڑ گئے اور وہ صحیح سلامت پرندے بن گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا، انسان فرشتوں کو دیکھ نہیں سکتا، مگر فرشتے انسانوں کو دیکھ سکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابولہب کی بیوی پتھر لیکر مارنے آئی، آپ کعبہ کے صحن میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، لیکن وہ آپ کو دیکھ نہ سکی، حضورؐ اس کو نظر ہی نہیں آئے، ملک الموت اور کراماً کاتبین کا انسانوں کو نظر نہ آنا، روح کا انسانوں کو نظر نہ آنا، کیا یہ سب باتیں اللہ کے ہر چیز پر قادر ہونے کو ظاہر نہیں کرتا؟ بیشک وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، وہ انسان کو آخرت میں دوبارہ زندہ کرے گا۔

موت کو یاد رکھ کر انسان، آخرت کی تیاری کر سکتا ہے

دوبارہ زندہ کرنے کا عقیدہ انسان کو مقصد کے تحت زندگی گذارنے پر مجبور کر دیتا ہے، اسی عقیدہ سے انسان میں دنیا سے محبت کم، آخرت کی فکر زیادہ پیدا ہو جاتی ہے، اسی عقیدہ کی وجہ سے وہ آخرت کی زیادہ سے زیادہ تیاری کر سکتا ہے، یہ عقیدہ انسان کو ہر گناہ سے بہت دور اور نیکیوں سے زیادہ قریب کرتا ہے، اور آخرت والی زندگی کی تیاری کرواتا ہے۔

اگر انسان یہ احساس اور پروگرام بنالے کہ اسے سفر کر کے فلاں مقام اور شہر جانا ہے تو وہ اگر عقلمند ہوگا تو وہاں کے لئے ضروری ضروری سامان اپنے ساتھ لے جائے گا، اگر وہاں کے قیام کے اعتبار سے تیاری نہیں کرے گا تو پھر وہاں جا کر بہت مشکلات کا سامنا کرے گا، یہی حال آخرت کی زندگی کا ہے، آخرت کی زندگی کے لئے جو جو سامان ضروری ہیں وہ ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعہ موت سے پہلے ہی بھیجتا رہے، ورنہ مفلسی کی زندگی گذارنی پڑے گی، اور عقلمند انسان وہی ہے جو پہلے ہی سے تیاری کر لے۔

جب اللہ تعالیٰ ایک انسان کو بیمار بنا کر صحت سے محروم رکھتا ہے، پھر آہستہ آہستہ صحت دیتا ہے، اور ایک درخت کو خشک کر کے مرجھا دیتا ہے، پھر آہستہ آہستہ تروتازہ اور ہرا بھرا کر دیتا ہے تو انسان کو موت دے کر پھر زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر اعتبار سے قدرت رکھتا ہے۔

موت یاد ہو تو انسان ''برتھ ڈے'' نہیں مناتا

اگر کسی انسان سے ڈاکٹر یہ کہہ دے کہ تم دنیا میں صرف 20/سال زندہ رہوگے، اس میں سے تمہارے پندرہ سال گذر چکے ہیں، تو غور کیجئے کہ کیا باقی پانچ سال وہ چین واطمینان سے رہ سکے گا؟ باقی عمر بے قرار و بے چین رہے گا، عقلمند ہوگا تو باقی عمر میں کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے، سب کچھ سوچ سمجھ کر صحیح معلوم کر کے اللہ کو راضی کرنے والی زندگی گذارے گا، مگر افسوس انسان موت سے اتنا غافل ہو گیا ہے کہ ۱۵/سال گذرنے کے بعد باقی پانچ سال برتھ ڈے کیک کاٹ کر خوشیاں مناتے ہوئے ناچتا گاتا ہے، حالانکہ وہ نیا سال شروع ہوتے ہی

پیدائش سے دور اور موت سے قریب ہو رہا ہے، اس کی زندگی کا ایک سال کم ہو چکا ہے، انسان یہ نہیں سوچ رہا ہے، انسان کی یہ حالت بتلا رہی ہے کہ وہ موت سے غافل بنا ہوا ہے۔

یہ دنیا کھیل تماشے کے لئے نہیں بنائی گئی!

دنیا میں انسان کو امتحان کی خاطر رکھا گیا ہے، غافل انسان یہ سمجھتا ہے کہ کھاؤ پیو اور عیش و مستی کر لو اور مر جاؤ، یہ دنیا دو روز کی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے! اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو کوئی عیش و مستی اور کھیل تماشے کے لئے نہیں بنایا ہے، کچھ انسان دنیا میں نیک اعمال کرتے ہیں اور کچھ انسان برے اعمال کرتے ہیں، مگر دنیا میں کوئی قانون ایسا نہیں کہ انسان کے اللہ کے ساتھ شرک' کفر' فسق و فجور اور نافرمانی پر کوئی حکومت اُسے سزا نہیں دیتی، اور کچھ انسان خالص اللہ کو مان کر اعمالِ صالحہ اختیار کرتے ہیں، اس پر انہیں کوئی انعام یا ثواب نہیں دیتی، الٹا نیک اور ایمان والے بندوں پر ظلم و زیادتی کی جاتی ہے، شراب' زنا' قتل' جوا' سود' بے حیائی و بے پردگی وغیرہ جیسے گناہ پر یا تو معمولی سزا دی جاتی ہے یا اس عمل کو ہی جائز کر دیا جاتا ہے، ایسی صورت میں انسان پر موت کا آنا لازمی اور ضروری ہے تاکہ وہ اپنی مدتِ عمر مکمل کرنے کے بعد دوسری جگہ جا کر اپنی زندگی کا حساب دے اور نیک انسانوں کو نیکی پر پورا انعام اور گنہگاروں کو گناہوں کی پوری سزا ملے۔

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہی حکمت ہے، انسان کو اختیار و آزادی دے کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ خاص امتحان اور آخرت بنانے کے لئے دنیا میں رکھا گیا۔

انسان کی زندگی کے دو حصے ہیں

انسان کی زندگی کے دو حصے ہیں، ایک دنیا کی زندگی، دوسری موت کے بعد والی یعنی آخرت کی زندگی، دنیا کی زندگی کو عمل کرنے کی جگہ بنایا اور آخرت کو جزاء اور سزا کی جگہ بنایا، تاکہ اچھے کو اچھائی کا اور برے کو برائی کا بھرپور بدلہ ملے، اگر دنیا میں موت کا طریقہ نہ رکھا جاتا تو دنیا ضعیف و بوڑھے انسانوں سے بھر جاتی اور ہر شخص اپنے بوڑھے اور ضعیف رشتہ داروں کی خدمت کرتے کرتے بیزار ہو جاتا، اور دنیا میں جزاء و سزاء بھی نہیں دی جاسکتی تھی،

اگر دنیا ہی میں بدلہ ملے تو امتحان بھی نہیں لیا جا سکتا تھا، اس لئے موت کا ہونا ضروری ہے۔

دنیا کا ہر انسان یہ مانتا ہے کہ کسی چیز کی ابتداء کرنے میں مشکلات ہوتی ہیں، جب کوئی چیز بن جائے تو اُسے توڑ کر پھر وہی چیز بنانا آسان ہے، اللہ کو تو نہ پیدائش میں مشکل ہوتی ہے اور نہ ہی دوبارہ زندہ کرنے میں کوئی مشکل ہے، ابتداء بھی وہی کرتا ہے اور دوبارہ وجود میں لانا بھی اسی کی قدرت میں ہے۔

انسان اگر موت کو یاد رکھے تو دوبارہ زندگی کو یاد رکھ سکتا ہے، پھر اُسے دوبارہ زندگی میں جواب دینے کے عقیدہ پر شرک، کفر، اخلاقِ رذیلہ اور دیگر گناہوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

انسان کو یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے غلہ، اناج، ترکاریاں وغیرہ شروع میں جس طرح پیدا فرمایا، ہزاروں سال بعد وہی گیہوں، وہی چاول، وہی میوے، وہی ترکاریاں اور غلہ واناج اور وہی جانور ویسے ہی پیدا فرما رہا ہے، ایک دفعہ پیدا کر کے رُک نہیں گیا۔

انسان ہر روز موت کو دیکھنے کے باوجود آخرت سے غافل بنا رہتا ہے

انسان ہر روز اپنے اطراف انسانوں کو مرتا ہوا دیکھتا ہے، پھر بھی دنیا کو عارضی نہیں سمجھتا، اپنی موت اور آخرت سے غافل انجان بنا رہتا ہے، مرنے والے کی میت میں شریک ہو کر عبرت ونصیحت حاصل نہیں کرتا، وہ یہ نہیں سوچتا کہ جس طرح یہ شخص مجھ سے پہلے دنیا چھوڑ کر جا رہا ہے، اس کے بعد میری باری ہے۔

کل تک یہ بڑے عہدہ، کرسی اور اقتدار والا تھا، دولت اور جائیداد کا مالک تھا، دوست احباب رشتہ دار سب اس کے دیوانے تھے، اس کے مرتے ہی اس کا عہدہ، کرسی اور مال وجائیداد کے دوسرے مالک ہوگئے، اس کے باڈی گارڈ، اس کی گدّی اور کرسی سب چھین لی گئی، اس کی دولت اور جائیداد اس سے جدا ہوگئی، اس کے رشتہ دار جو اس سے بہت محبت کا اظہار کرتے تھے اور اس پر جان چھڑکنے کی بات کرتے تھے، قبر تک ساتھ آئے اور قبر میں بند کر کے یا جلا کر اکیلے چھوڑ کر چلے گئے، اس کی بیوی اس سے محبت کا دعویٰ کرتی تھی وہ مرنے کے بعد دوسری شادی کر لی اور اس کے استعمال کے کپڑے تک اس کی اولاد پہننے کے

لئے تیار نہیں ہوتی، خیرات کر دیتی ہے۔

کل میرا بھی یہی حشر ہونے والا ہے اس لئے مجھے دنیا کی زندگی کو اصل نہیں مختصر سمجھنا ہوگا اور مرنے کے بعد والی زندگی کی تیاری کرنا ہوگا، دنیا میں مجھے ایک مسافر کی طرح رہنا ہوگا، جس طرح ایک مسافر اپنے سفر میں مقصد کو ذہن میں رکھتا اور پھر آگے چلا جاتا ہے۔

☆ دنیا میں انسان طاقت' قوت' فوج' ہتھیار' دولت' حکومت' سائنس وٹکنالوجی اور دوسری تعلیم کا ماہر ہوتا ہے، مگر ساری ترقی کے باوجود کوئی انسان موت سے بچ نہیں سکتا، دولت مند سے مرتے ہی مفلس ہو جاتا ہے، اقتدار و کرسی والا تھا تو مرتے ہی مجبور ومحتاج ہو جاتا ہے، اس کی فوج اس کی حکومت اس کے ماتحت آفیسر سب اس سے دور ہو جاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں، وہ جس طرح اکیلا دنیا میں بے سہارا ننگے ہاتھ آیا تھا ویسا ہی دنیا سے چلا جاتا ہے، کوئی دنیا کا ساتھی اس کی مدد کے لئے ساتھ نہیں آتا، نہ اس کی اولاد نہ اس کی دولت نہ اس کی حکومت اس کو موت سے اللہ کی پکڑ سے بچا سکتی ہے، بڑے بڑے ڈاکٹر ماہرین علاج جو ہزاروں انسانوں کو موت سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں، خود اپنی زندگی نہیں بچا سکتے، موت سے بچ نہیں سکتے۔

موت دراصل زندگی کا خاتمہ نہیں آخرت کی زندگی شروع ہونے کا آغاز ہے، دنیا کی یہ زندگی تیزی سے آخرت کی طرف رواں دواں ہے، دنیا میں ہزاروں انسان آرہے ہیں اور ایک مدت گذارنے کے بعد یہاں سے چلے جارہے ہیں، اس لئے ہر انسان کو سمجھنا چاہئے کہ وہ کہاں سے دنیا میں آیا؟ اور کیوں آیا؟ اور دنیا سے غائب ہوکر کہاں جارہا ہے؟ ہر انسان چاہے وہ کتنا ہی بڑے سے بڑا کیوں نہ ہو اُسے ایک نہ ایک دن اس دنیا کی سب چیزوں کو چھوڑ کر الگ ہونا ہے، اس سے یہ سب چیزیں چھین لی جائیں گی، اس کو دنیا چھوڑنا لازم وضروری ہے، وہ اس دنیا سے غائب ہو جائے گا، جس طرح روح موجود ہوتے ہوئے نظر نہیں آتی، فرشتے نظر نہیں آتے وہ تو آخرت میں عالم برزخ میں نظر آئیں گے۔

انسان جب مرا تھا قبرستان لیجاتے وقت چلا چلا کر پکار پکار کر لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ

مجھے کہاں لیجا رہے ہو، عالم برزخ سے چلا چلا کر وہاں کے حالات سنانا چاہے تو اس کی پکار اور چلانے کو کوئی نہیں سننے والا ہے، نہ اس کی خیریت دریافت کرنے والا ہے، جس طرح اس نے دوسروں کو دفن کرنے کے بعد بھول گیا، اسی طرح دوسرے بھی اسے دفن کرنے کے بعد بھول جائیں گے، اس وقت انسان کو یہ احساس ہوگا کہ پیغمبر کی تعلیمات نے صحیح کہا تھا، دنیا کی زندگی کی حالت سفر کی تھی، کاش میں پیغمبر اور وحی پر یقین کر کے دنیا کو سجانے' چمکانے اور دنیا کو حاصل کرنے پر محنت نہ کر کے آخرت بنانے کی فکر کرتا اور دنیا کے سفر کی زندگی کو برباد نہ کرتا تو آج فائدہ میں رہتا، افسوس کرے گا کہ میں نے دنیا کی زندگی کو ایمان نہ لا کر اور اعمالِ صالحہ نہ کر کے گھاٹے اور خسارے میں گذار دیا، میں نے بیوقوف نادان گمراہ انسانوں کے بہکاوے میں آخرت کا انکار کیا، آخرت کی تیاری نہ کی اور نفسانی خواہشات پر جلد ملنے والی چیزوں' مزوں اور آرام پر دیوانہ وار گرتا گیا اور دیر سے ملنے والی چیزوں اور نعمتوں پر بھروسہ نہ کر کے غافل بنا رہا۔ (سورۃ القیامۃ)

غافل انسانوں کا آخرت کے مقابلہ دنیا کو ترجیح دینے کی وجہ!

دیہاتوں میں جانوروں کے فضلہ کو ایک ڈھیر بنا کر رکھا جاتا ہے، ہواؤں سے اس پر مٹی اور گرد اُڑ کر جمع ہو جاتی ہے اور شبنم کے قطروں سے سبزہ اُگ جاتا ہے، دیکھنے میں نادان کم سمجھ انسان کو وہ جگہ خوبصورت نرم و آرام دہ نظر آتی ہے، اس پر وہ فریفتہ ہو کر لوٹتا ہے، جس کی وجہ سے گندگی میں لت پت ہو جاتا ہے یہی حال آخرت سے غافل دنیا سے محبت رکھنے والے انسانوں کا ہے، وہ دنیا کی جلد ملنے والی راحتوں' مزوں اور آرام پر فریفتہ ہو جاتے اور آخرت کے اعمال اختیار کرنے میں یقین نہ کر کے اور تکلیف سے ملنے والی نعمتوں کو دیر سے ملنے، غافل ہو جاتے اور مرنے کے بعد والی زندگی کا یقین نہ کر کے برائے نام آخرت کو مان کر آخرت کی تیاری نہیں کرتے، موت کو دیکھنے کے باوجود دنیا کو مختصر سمجھنے کے باوجود آخرت کو بھولے ہوئے رہتے ہیں اور اللہ کی بغاوت میں دنیا کے مزے سود' زنا' شراب' جوا' مالِ حرام' دِکھاوا اور اخلاقِ رذیلہ میں مبتلا رہتے ہیں، ایسے لوگ ہمیشہ کی زندگی آخرت پر مختصر

مزوں والی دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں اور ناکام زندگی گذار کر چلے جاتے ہیں۔

ایسے لوگ موت کو دیکھتے ہوئے آخرت سے غافل اس لئے رہتے ہیں کہ وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، ہمیشہ دنیا کی ترقی دنیا کی بہتری دنیا کے بنانے اور نفع ونقصان' دنیا کی چمک اور دنیا کے مسائل کو حل کرنے میں اور دنیا کے تذکروں میں مبتلا رہتے ہیں۔

دنیا کے وقتی مزوں میں آخرت کو بھولے رہتے ہیں، ان کے درمیان کبھی بھی سکرات کے تذکرے، نہ قبر کے تذکرے، نہ برزخ کے تذکرے، نہ میدانِ حشر کے تذکرے، نہ پل صراط کے تذکرے اور نہ جنت وجہنم کے حالات پر گفتگو ہوتی ہے اور نہ سنی جاتی ہے، جس سے آخرت کا احساس پیدا ہو اور یقین بڑھتا ہو، اس لئے وہ کسی کی میت میں شریک ہو کر بھی آخرت کو یاد نہیں کر سکتے، اگر انسان کے درمیان ہر روز بار بار آخرت کے تذکرے ہوتے رہیں تو انسان کو موت کی یاد باقی رہتی ہے اور اگر موت کے بعد والی زندگی یاد رہتی ہے تو وہ دنیا کے مسائل اور دنیا کی لذتوں میں مبتلا نہیں ہوتا، نماز کے چھوٹ جانے پر مچھلی کی طرح تڑپتا ہے، آخرت کا یقین نہ ہو تو دنیا کی زندگی سدھر نہیں سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان گاہ بنا کر جو جو چیزیں اور نعمتیں عطا کی ہیں وہ امتحان کی خاطر بغیر مانگے اور بغیر پوچھے اپنی طرف سے دی ہے، اور ایک ایک چیز امتحان کی خاطر ہی دی ہے، مگر مرنے کے بعد آخرت میں وہاں کی زندگی کے لحاظ سے جو چیزیں ضروری ہیں وہ انسان کے اعمال اور کمائی کے لحاظ سے بدلہ یا جزاء وسزا کی شکل میں دے گا، وہاں انسان کو اپنی دنیا کی محنت کے حساب سے جزاء یا سزا ملے گی، وہاں دنیا کی کمائی کا معاوضہ ملے گا، مگر وہاں عمل کا موقع ختم ہو کر جزاء کا مقام ہوگا، گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

ناکام انسان اپنی زندگی کو برف کی طرح پگھلاتا ہے

ناکام انسان اپنی بربادی پر ملامت وافسوس کرتے ہوئے جانے گا کہ اس نے دنیا کی زندگی کو اللہ کی نافرمانی میں ایسے ہی برباد کیا جیسے ایک برف بیچنے والا اپنی برف کو کرنسی میں بدلنے سے پہلے پانی بنا کر بہا دیتا ہے، میں نے بہترین موقع بہترین امتحانی وقت کو

برف کی طرح پگھلا دیا اور آخرت کی کرنسی میں تبدیل نہیں کیا، اس لئے انسانوں کی موت دیکھنے کے بعد اپنی موت یاد آنا اور عقلمندی، ہوشمندی بیداری پیدا کرنا، غفلت سے دور ہو کر آخرت کی زندگی بنانے کی محنت کرنا ہوگا، میت میں شریک ہو کر عبرت ونصیحت حاصل نہ کرنا گویا غفلت وبیہوشی اور نادانی ہے، دوسروں کی موت کو اپنی موت سمجھنا ہوگا۔

آخرت میں ناکام ہو کر پھر دنیا میں واپس نہیں آسکتے

دنیا میں بار بار ناکام ہونے کے بعد پھر نئے سرے سے محنت کر کے زندگی بنا سکتے ہیں، لیکن آخرت میں ایک بار ناکام ہو جانے کے بعد پھر زندگی بنانے کا موقع نہیں ملتا، نہ پھر دنیا میں واپس آسکتے ہیں، انسان آخرت کے حالات اور اپنی ناکامی کو دیکھ کر حسرت کرے گا اور درخواست کرے گا کہ اُسے پھر دنیا میں بھیج کر ایمان واعمال صالحہ کا موقع دیا جائے وہ ضرور اللہ کا فرمانبردار بندہ بن کر آئے گا، مگر اس کی درخواست نہ قبول کی جائے گی نہ وہ آخرت میں اطاعت وبندگی کی آزادی رکھے گا، اس لئے کہ وہ مقام دار العمل نہیں بلکہ دار الجزاء ہے، دنیا میں آج تک جتنے انسان مرے ہیں ان میں کوئی بھی لوٹ کر نہیں آیا، اور نہ وہاں کے حالات کسی کو دکھائی دیتے ہیں، آخرت کو غیب میں رکھ کر امتحان لیا جا رہا ہے، اگر دیکھا جائے تو غیب باقی نہیں رہتا، آخرت کو نہ دیکھ کر ایمان لانا ہی اصل امتحان ہے۔

انسان پر بوڑھاپا آنا، آخرت کا الارم ہے

عقلمند اور سمجھدار ایمان والے جیسے بوڑھاپا آتا ہے اور بال سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں، آنکھوں کی روشنی ختم ہو جاتی ہے، دماغ یادداشت سے محروم ہو جاتا ہے، سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت کھو دیتا ہے اور علم بھول جاتا ہے، کانوں کی سماعت ختم ہو جاتی ہے، زبان میں لکنت آجاتی ہے اور دل کی حرکت کم زیادہ ہو جاتی ہے، گردے صحیح کام کرنا بند کر دیتے ہیں، ہاتھ پیر میں لرزہ آجاتا ہے، تو وہ جان جاتا ہے کہ عنقریب مجھے اس دنیا سے الگ ہونا ہے اور آخرت کی طرف منتقل ہونے کا وقت شروع ہو چکا ہے، وہ زیادہ سے زیادہ توبہ واستغفار کرتا ہے، اللہ سے رجوع ہوتا ہے، گناہوں پر معافی مانگتا ہے، آخرت آسان ہو جانے کی دعائیں

کرتا ہے، اللہ سے رحم کی بھیک مانگتا ہے، یہ سب حالات آنے کے باوجود اگر انسان ہوش میں نہ آئے تو وہ گھاٹے اور خسارے ہی میں رہے گا، اکثر نادان بوڑھے لوگ بوڑھاپے میں شہوت ختم ہونے پر شراب، بلوفلمیں، نوجوان لڑکیوں کے ناچ گانے میں ٹی وی کے سامنے وقت گذارتے ہیں، یا گھر میں بیکار وقت گذارتے ہیں۔

آخرت کی تیاری نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یقین کی کمی

دنیا میں یہود بھی آخرت کو مانتے ہیں، نصاریٰ بھی مانتے ہیں مگر یقین کی کیفیت سے دور ہیں، مسلمانوں کی کثیر تعداد کا بھی وہی حال ہے، اس لئے کسی چیز کا یقین پیدا کرنا ہو تو اس کی عملی مثالیں دیکھنا یا غور کرنا ہوگا، قرآن مجید نے سمجھایا کہ کسان بیج زمین میں دفن کرتا ہے، بیج سڑ اور گل کر مردہ بن جاتا ہے، مگر اللہ اسی سڑے گلے ہوئے بیج سے مولکا نکالتا ہے اور اُسے سرسبز وشاداب درخت میں تبدیل کر کے پھول اور پھل نکالتا ہے، مردہ زمین کو گرما میں مردہ بنا کر پھر برسات میں زندہ کر دیتا ہے۔

انسان جو غذائیں کھاتا ہے وہ بے جان ہوتی ہیں، ہضم کرنے کی تفصیل سے واقف ہو کر پیاس بجھانے کے لئے پانی پیتا ہے، بھوک مٹانے کے لئے غذائیں کھاتا ہے، بیماری کو دور کرنے کے لئے دوائیں کھاتا ہے، غور کیجئے کہ جانداروں کے جسموں میں RBC اور WBC کیا اپنے آپ پیدا ہو رہے ہیں یا اللہ باقاعدہ انہیں پیدا کر رہا ہے، کیا کسی غذاء میں بال، ناخن، خون، چمڑا، ہڈی بنانے، یا دیکھنے، سننے، بولنے یا سوچنے سمجھنے کی طاقت پیدا کرنے کی صلاحیت ہے؟ جبکہ ساری غذائیں مردہ اور بے جان ہوتی ہیں، ان بے جان غذاؤں سے یہ سب چیزیں اللہ بناتا ہے اور پیدا کرتا ہے، پھر ساری غذائیں اور دوائیں معدہ میں جاتی ہیں، آخر ان کو کارآمد رس بنا کر اور ناکارہ بنا کر الگ الگ کون اور کیسے کر رہا ہے؟

شہتوت کا پتہ بکری کھاتی ہے تو مینگنی بنتی ہے، ہرن کھاتا ہے تو مشک بنتا ہے، اور کیڑا کھاتا ہے تو ریشم کا دھاگا بنتا ہے، آخر اللہ کی قدرت سے انسان یہ کیوں یقین نہیں کرتا کہ وہ موت کے بعد روح کو سلامت رکھ کر پھر انسان کو دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

اَلْحَسِیْبُ...... حساب لینے والا

إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ o ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ o (غاشیہ:۲۵،۲۶)

بے شک ہماری طرف ان کو لوٹنا ہے، پھر بے شک ان سے حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اکیلا حساب لینے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ دنیا کی زندگی ختم کر کے قیامت کے دن دوبارہ انسانوں کو زندہ کر کے ان کی دنیوی زندگی کا پورا پورا حساب لے گا، انسانوں پر اللہ کی اس صفت کا جتنا یقین کامل ہوگا اتنا ہی اس کے اعمال میں سدھار ہوگا، اور وہ نافرمانیوں اور بداعمالیوں سے بچے گا، اس لئے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کو اللہ کی ملکیت اور امانت سمجھ کر اپنی مرضی پر نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرے گا، آج انسانوں میں اس صفت کا صحیح ادراک اور کامل یقین نہ ہونے کی وجہ سے وہ اولاد، روپیہ پیسہ، وقت، عمر، علم، طاقت وقوت، حکومت، کرسی، عہدہ، اختیارات کو اللہ کی مرضی پر نہیں اپنی مرضی پر استعمال کر رہے ہیں، جب انسان میں جواب دینے اور حساب دینے کا احساس زندہ نہیں رہتا، مالک کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہے، ایمان سے کمزور مسلمان بھی غیر مسلموں کی طرح جواب دینے اور حساب دینے کو بھول کر ہر چیز کو اپنی خواہش کے مطابق استعمال کر رہے ہیں، حالانکہ دنیا میں انسان کو اچھا یا برا عمل کرنا ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اپنی اس دنیوی زندگی کا حساب دینا ہے، گویا دنیا دار العمل ہے اور حشر کا میدان دار الحساب ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت کو بندہ کو یاد دلانے اور اس سے غفلت میں نہ رہنے کے لئے دن میں پانچ مرتبہ سورۂ فاتحہ کے ذریعہ ہر رکعت میں ''**مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ**'' کے الفاظ سے حساب کے دن کو یاد دلا رہا ہے، اس نے انسان کی یہ فطرت بھی بنائی ہے کہ جب اس کو کسی کی امانت اور مال کا حساب دینے کا احساس رہتا ہے تو اس چیز کو مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے، اس کو اپنا مال نہیں سمجھتا، اس کا غلط استعمال نہیں کرتا۔

دنیا کی زندگی میں انسان کی یہ عادت اور فطرت ہے کہ جب وہ اپنے نوکر کو کچھ اختیارات وآزادی دیتا ہے یا اپنی کچھ چیزیں اس کے حوالے کرتا ہے اور اس کو کچھ احکام دے کر اپنی مرضی کے مطابق ان کا استعمال کرنے کو کہتا ہے تو اس کا گن گن کر حساب بھی لیتا ہے، اس کو یونہی نہیں چھوڑ دیتا، دنیا کی ہر حکومت اپنے عہدیداروں کے کام کی جانچ کرتی ہے اور جانچ کا احساس دلاتی ہے، استاذ بچہ کو پڑھا کر اس کا حساب لینے کے لئے امتحان لیتا ہے اور جانچ کرتا ہے، اگر امتحان نہ لے اور حساب کا احساس نہ دلائے تو بچہ تعلیم سے غفلت برتتا ہے، اس کے نزدیک کامیابی اور ناکامی کا احساس ہی نہیں رہتا، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر خلیفہ بنا کر رکھا ہے اور بہت سی مخلوقات کو اس کے قبضہ میں دیا ہے اور اپنے احکام بھیج کر اپنی اطاعت وغلامی کا حکم دیا ہے تو وہ ایک دن یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے انسان کے کاموں، اطاعت وغلامی اور اختیارات کا حساب لے گا، جانچ کرے گا اور اطاعت کرنے والوں کو کامیاب کرے گا اور جنت عطا کر کے انعام دے گا اور نافرمانی کرنے والوں کو ناکام کر کے دوزخ میں ڈال کر سزا دے گا۔

اللہ نے اسی حساب لینے کے لئے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ''کراماً کاتبین'' رکھے ہیں جو اس انسان کے ہر اچھے اور برے اعمال لکھتے رہتے ہیں، حشر کے میدان میں ان کا یہ نامۂ اعمال اور رپورٹ کتاب کی شکل میں ہر انسان کو دے دیا جائے گا، جس میں انسان کا ہر ہر عمل، نیکی اور بدی کا لکھا ہوا ہوگا، یہ رپورٹ کامیاب ہونے والوں کو سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی، ان کے چہرے روشن اور چمکتے دمکتے ہوں گے اور ناکام اور فیل ہونے والوں کو پیچھے ہاتھ باندھ کر بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، ان کے چہرے کالے اور بے رونق ہوں گے، انسان پر اس صفت کا جتنا زیادہ کامل یقین ہوگا انسان اتنا ہی حساب دینے کے خیال سے احتیاط کے ساتھ، غفلت سے بچ کر زندگی گذارے گا اور نافرمانی سے بچے گا، اپنے آپ کو اللہ کا غلام سمجھ کر اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرے گا، اگر کسی انسان کو پہلے سے یہ احساس دلا دیا جائے کہ حکومت کی سی آئی ڈی اس کے ساتھ ہے اور حکومت کے کیمرے لگائے گئے ہیں

اور فلاں مقام پر حکومت کا چیک پوسٹ ہے اور وہاں چیکنگ ہوگی اور جھڑتی لی جائے گی تو انسان کوئی غلطی اور خلاف ورزی کرنا نہیں چاہے گا، وہ ان باتوں سے ڈرتا ہے، جب کسی نوکر کو اپنے مالک کے حساب لینے اور اس کے پاس جواب دینے کا احساس رہے گا، حکومت کی سی آئی ڈی کا احساس اور کیمروں کا احساس رہے گا تو وہ ہر طرح سے احکام کی پابندی کرے گا، بالکل اسی طرح جب انسان کو اللہ کی سی آئی ڈی کے ساتھ رہنے کا عقیدہ آجائے اور زمین کو اللہ کا کیمرہ تصور کرے اور حشر کے میدان کو چیک پوسٹ تصور کرے تو وہ بہت ہی احتیاط کے ساتھ زندگی گذارے گا، اللہ نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ قیامت کے دن زمین انسان کی تمام کی گئی حرکتوں کو بیان کرے گی اور اس کے ہر عمل کی فوٹو پیش کرے گی۔

جو لوگ دنیا کی اس زندگی میں دولت، طاقت، جسمانی اعضاء، وقت، عمر، اقتدار اور کرسی کو اپنی مرضی سے استعمال کر رہے ہیں وہ گویا اللہ کی اس صفت کا کامل یقین نہیں رکھتے، انسانوں کی دنیوی زندگی کے کنٹرول اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہونے کے لئے ان دونوں صفات **الحسیب** اور **المعید** پر حق الیقین ہونا بہت ضروری ہے، تب ہی انسان کی زندگی جنت کے راستہ پر چل سکتی ہے اور وہ نقصان وخسارہ سے بچ سکتا ہے، موجودہ زمانہ میں غیر مسلموں کی طرح مسلمانوں کا عقیدۂ آخرت پر برائے نام ایمان ہے، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان دو صفات کا یقین کمزور ہوگیا ہے جس کی وجہ سے وہ آخرت سے غافل بن کر دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ رہے ہیں، انہیں آخرت میں دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینے کا احساس ختم ہوگیا ہے، حالانکہ وہ ہر روز اپنے سامنے اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں کو دنیا سے گذرتے ہوئے دیکھتے اور اچھی طرح جانتے ہیں، کہ یہ دنیا ان کی مستقل جگہ نہیں، پھر بھی آخرت کی تیاری نہیں کرتے، انسان پر دنیا کی موت آخرت میں حساب دینے کے لئے رکھی گئی ہے، اللہ جب کسی سے حساب لینے پر آئے تو کوئی بچ نہیں سکتا، اس لئے اس کے حساب سے بچ کر رحم کی، مغفرت کی اور بغیر حساب وکتاب کے جنت کی دعا کرنی چاہئے۔

بندہ اللہ سے یہ دعا کرے کہ قیامت کے دن میرا حساب آسان فرمادے۔ (مسند احمد)

اس کے علاوہ ایک ایمان والے کواللہ کی اس صفت پر پوری نظر رکھ کراپنے آپ کو آخرت میں جوابدہی اورحساب دینے کا احساس رکھ کراپنے اہل وعیال پر پوری نظر رکھنا ہوگا تبھی وہ اپنے ماتحتوں کا ہمیشہ حساب لے سکے گا،اوراس کے اہل وعیال،نوکراور ماتحت لوگ اس کے حساب لینے کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی اور بغاوت سے بچیں گےاوراللہ کی عبدیت و بندگی کا ماحول بنے گا،موجودہ زمانہ میں ایمان والے اپنے بیوی بچوں اور ماتحتوں کا حساب نہیں لیتے،جس کی وجہ سےان کی اولاد بے دین اوراللہ کی نافرمان بنی ہوئی ہے، اسلام کا صرف نام لیتی،عمل سے پوری نافرمانی کر رہی ہے، انسان جب **الحسیب** کی نقل نہیں کرتا تواس کا گھراس کا خاندان دین بیزار بن کراللہ کا باغی اور نافرمان بن جاتا ہے۔اس کی مزید تفصیل جاننے کے لئے تعلیم الایمان سلسلہ کی ہماری کتابیں ’’عقیدۂ آخرت ہی ایمان میں جان پیدا کرتا ہے،فلسفۂ آخرت،عقیدۂ آخرت پر یقین پیدا کرنے کا طریقہ‘‘ضرور پڑھئے۔

دنیا کی زندگی کا حساب لینا کیوں ضروری ہے؟

اللہ تعالیٰ نے دنیا کوامتحان گاہ بنا کرانسان کوخلیفۂ زمین کا مقام عطا فرمایااور پھر عقل عطا فرمائی، خیر وشر کی آزادی دی،ضمیر عطا کیا، نیکی اور گناہ کے راستوں کی تعلیم سمجھانے کے لئے پیغمبراور کتاب کانظام رکھا،اورانسان و جنات کوایمان قبول کرنے یانہ کرنے کی آزادی دی، پھران کواہل وعیال والا بنایا تاکہ وہ اپنی نسلوں کی قرآن مجید کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے مطابق تربیت کریں اوردین سکھائیں، دنیا میں حکومت واقتدارعطا کیا تاکہ وہ اللہ کی زمین پراللہ کا قانون نافذ کریں، بہت سی مخلوقات کوان کے استعمال میں دیااورآپس میں ایک دوسرے کےحقوق کی تعلیم دی،ایسی صورت میں مرنے کے بعدایک دن مقرر کرکےان کی زندگیوں کا حساب لیناضروری ہے، ورنہ دنیا کی زندگی کا کوئی مقصدنہیں ہوگا،اگرآخرت نہ ہوتی تودنیا کی زندگی بیکار ہوتی۔

اللہ تعالیٰ جتنی نعمتیں دے رہاہے ان سب کا حساب لے گا،پیغمبر، کتاب، اقتدار،

کرسی یا دولت یا جانور، ماں باپ، اولاد، شوہر، بیوی، یا علم یا ضمیر یا زندگی کی عمر، دنیا کا وقت، اچھے برے کی تمیز، آنکھیں، کان، ناک، دل ودماغ، زبان اور شرم گاہ یوں ہی نہیں دیئے بلکہ ان سب چیزوں کا حساب لیا جائے گا، بحیثیت بندہ ہونے کے اللہ کی عبدیت وبندگی کی یا نہیں، اپنی نسلوں سے اللہ کے دین کی مدد کی یا مٹایا، دولت کو نعمت جان کر صحیح راستے میں اللہ کے دین کو پھیلانے میں خرچ کیا یا نہیں، حکومت واقتدار میں اپنی بڑائی وخدائی چلائی یا اللہ کی بڑائی وخدائی قائم رکھی، حق کا ساتھ دیا یا باطل کا ساتھ دیا۔

انسان کی زندگی کا حساب قبر ہی سے شروع ہوجاتا ہے

انسان دنیا سے انتقال کرتے ہی عالم برزخ یعنی قبر سے ہی اس کی زندگی کا حساب شروع ہوجاتا ہے، اور فرشتے پہلا سوال کریں گے **مَنْ رَبُّکَ** یعنی تیرا رب کون ہے؟ گویا اس سوال کے ذریعہ یہ پوچھا جارہا ہے کہ تو دنیا میں اللہ کو اپنا اکیلا مالک رب مانا یا مخلوقات کو بھی اللہ کے ساتھ شریک کیا، یا اللہ کے رب ہونے کا ہی انکار کیا، یوں سمجھئے کہ سب سے پہلے اس کے عقیدۂ ایمان کا حساب لیا جارہا ہے، اگر انسان دنیا میں اسباب اور مخلوقات سے پرورش پانے، بننے اور بگڑنے کا عقیدہ رکھے یا اسلامی عقائد کے مقابلے شرکیہ عقائد رکھے تو قبر میں فرشتوں کو صحیح جواب نہیں دے سکے گا، اور اللہ کو رب کہنے کے بجائے اس کے ذہن و دماغ پر اسباب اور مخلوقات کا تصور ہونے کی وجہ سے وہ مخلوق کا نام ظاہر کرسکتا ہے یا کہے گا کہ مجھے نہیں معلوم، اس سے اس کا ایمان والا یا غیر ایمان والا ہونا ظاہر ہوجائے گا۔

دوسرا سوال فرشتے پوچھیں گے کہ **مَا دِيْنُکَ** یعنی تیرا دین کیا ہے؟ اس سوال کے ذریعہ یہ پوچھا جارہا ہے کہ وہ دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے کونسا ضابطہ وقانون اختیار کیا، انسان کے بنائے ہوئے ضابطے اور قانون پر زندگی گذاری یا اللہ کے بھیجے ہوئے ضابطہ وقانون پر زندگی گذاری، اگر انسان باپ دادا کی اندھی تقلید میں اللہ کو برائے نام مان کر زندگی کے اختلافات اور جھگڑوں میں انسانی عدالتوں سے، اللہ کے قانون کے خلاف، دنیا کے فائدے کی خاطر فیصلے کروایا یا زمین پر حکومت واقتدار ملنے کے باوجود اللہ

کے ضابطے وقانون کو نافذ کرنے کے بجائے انسانی قانون سے حکومت چلایا اور اللہ کی بہت ساری حرام کردہ چیزوں کو انسان کے لئے جائز اور حلال بنادیا اور شرک، زنا، قتل، چوری، جوا، خنزیر، ناچ گانا، بجانا، سود، رشوت، بے پردگی، عریانیت، بے حیائی جیسی چیزوں کو عام کردیا اور لوگ بھی ایمان رکھتے ہوئے خوشی خوشی چاہت اور پسند کے ساتھ انسانی قانون پر زندگی گذاریں، کبھی کراہت اور نفرت نہ کریں، اور اسلامی قانون کو سخت جان کر نافذ کرنے راضی نہ ہوں اور بعض احکام کی مخالفت کریں تو فرشتوں کے اس دوسرے سوال **مَــا دِيْنُـكَ** یعنی تیرا دین کیا ہے؟ کا جواب دین اسلام نہیں کہہ سکے گا، اس لئے کہ اس نے زندگی میں دین اسلام سے ہی کامیابی کا تصور نہ رکھا اور اللہ کا قانون وحکم نہ مانا، اللہ کی زمین پر خلیفہ ہوتے ہوئے اللہ کے قانون کو نافذ کرنے میں غدّاری کی اور اپنے دماغ سے انسانی قانون کو نافذ کیا اور انسانی احکام کو یا سماجی وسوسائٹی کے طریقوں کو دین سمجھا۔

اسی طرح فرشتے تیسرا سوال کریں گے **مَـنْ نَبِيُّـكَ** یعنی تیرا نبی کون ہے؟ گویا اس کے ذریعہ یہ پوچھا جارہا ہے کہ تو اللہ کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر ان کی اتباع میں زندگی گذاری یا نہیں؟ اور حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی ورسول مانا یا نہیں؟ یا ان کے علاوہ کسی دوسرے کو نبی مانا یا نفسانی خواہشات کو خدا بنا کر چلا؟

اگر انسان حقیقت میں رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت کرکے ان پر ایمان لاکر انہی کی اتباع کیا تو فوراً کہے گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو میں نبی مانتا ہوں، اگر انسان محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا بندہ ورسول نہیں مانا اور آپ کی سنتوں کے مقابلے دین میں بدعات وخرافات کو رواج دیا اور سنتوں پر عمل کرنے کے بجائے سماج وسوسائٹی کے رسوم کو نبی کی اتباع سمجھا اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے کلچر کی جگہ مغربی کلچر کا شیدائی بنا رہا، نماز اور پردہ کو فرض جانتے ہوئے حرام چیزوں کو جائز بنا کر نبی ﷺ سے صرف زبانی محبت کا دعویٰ کرکے شیطانی ترغیبات پر زندگی گذارا اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں زندگی گذارنے ہی کو کامیابی نہیں سمجھا اور شرکیہ اعمال میں گرفتار رہا تو وہاں اس سوال کا جواب دینا اس کے لئے مشکل

ہو جائے گا، اور وہ کہے گا کہ ہائے ہائے مجھے نہیں معلوم کہ میرے نبی کون ہیں۔

حشر کے میدان میں مکمل ثبوت کے ساتھ حساب ہوگا

ان تین سوالوں کے جوابات سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ انسان اللہ کی جماعت والا ہے یا شیطان کی جماعت والا ہے، انہی جوابات سے انسان کو آخرت میں عزت کے ساتھ یا ذلت کے ساتھ داخلہ ملے گا، یہ تینوں سوالات انسان کی زندگی کا مقصد اور مغز ہے، اسی پر اس کی کامیابی و ناکامی کا دار و مدار ہے، انہی سوالوں کی تیاری کے لئے انسان کو آخرت میں کامیاب ہونے اور حساب دینے کی تیاری کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے ساتھ ہی سارے انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور حشر کے میدان میں یہ پانچ سوالات کے جوابات دئے بغیر اس کے پیر وہاں سے نہیں ہٹیں گے، (۱) عمر کہاں خرچ کی؟ (۲) علم جو حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا؟ (۳) دولت کیسے کمائی؟ (۴) اور کہاں خرچ کی؟ (۵) جوانی کن کاموں میں لگائی؟ (ترمذی، ابوداؤد، طبرانی)

اللہ تعالیٰ انسان کو زندگی کے عمر کی مہلت وقت کی شکل میں دیتا ہے، انسان زندگی کے وقت اور عمر کو اللہ کی نعمت نہ جان کر زندگی کے مقصد کے خلاف گذارتا ہے اور زندگی کا وقت بیکار کاموں میں لگا کر اپنی زندگی گھاٹے اور خسارے میں گذار کر دنیا سے جاتا ہے، اللہ نے انسان کو ایمان کے لئے ۲۴ ر گھنٹے اپنی عبدیت و بندگی میں زندگی گذارنے کی تاکید کی ہے، مگر انسانوں کی کثیر تعداد زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کے احکام کے خلاف زندگی گذارتی ہے، اور صرف خاص دن خاص وقت اور خاص موقع پر کچھ دیر دنیا سے الگ ہو کر عبادت کرنا چاہتی ہے جو باطل طریقے ہوتے ہیں، حالانکہ انسان کو اللہ کی پہچان حاصل کر کے نبی کے طریقے پر زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ کی عبدیت و بندگی کرنا لازم ہے، تب ہی زندگی کی عمر جو نعمت کی شکل میں ملتی ہے صحیح ہوگی۔

غیر ایمان والے باطل عقیدہ کا پرچار کر کے اسی کی دعوت دے کر لاکھوں انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اپنی عمر کو برباد کرتے ہیں، بہت سے لوگ حق کو مٹانے اور ایمان

والوں پر ظلم وزیادتی کر کے عمر کو ضائع و برباد کرتے ہیں، بہت سے لوگ بس زندگی کی عمر کمانے' کھانے' عیش ومستی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں زندگی گذارتے اور فضول کاموں میں مال خرچ کرتے ہیں، کبھی اللہ کی صحیح عبادت کی فکر ہی نہیں کرتے، دستر' دفتر اور بستر کے عادی بنے رہتے ہیں، اس طرح زندگی گذار کر مطمئن بھی رہتے ہیں۔

بعض لوگ تو گناہوں والی نافرمانی کی زندگی گذارتے ہوئے بھی مطمئن رہتے ہیں، جیسے کوئی چوری کرتے ہوئے' کوئی سودی لین دین کرتے ہوئے' کوئی رشوت کا لین دین کرتے ہوئے' کوئی جوا کھیلتے ہوئے' کوئی لوگوں کے مال وجائیدادوں پر قبضے کرتے ہوئے' کوئی جسم فروشی کرتے ہوئے اپنی زندگی کی عمر کاٹ رہا ہے، اسی طرح بہت سارے لوگ دیگر حرام کاموں میں ملوث ہو کر زندگی گذار رہے ہیں اور ایسی زندگی پر مطمئن بھی ہیں۔

ایسی زندگی سے صرف وہ لوگ مطمئن رہتے ہیں جو حقیقی وشعوری ایمان نہیں رکھتے، جبکہ حقیقی وشعوری ایمان والا نہ اس طرح کی زندگی گذارتا ہے اور نہ شعوری ایمان والا کوئی دن بغیر اطاعتِ الٰہی کے گذار کر مطمئن رہ سکتا ہے، جو دن اس کا اطاعتِ الٰہی کے خلاف گذرے گا اس پر وہ بے چین ہو جائے گا اور جب تک اس کی تلافی اور توبہ نہیں کرے گا ہرگز مطمئن نہیں ہوگا۔

علم اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، انسان علم حاصل کر کے اپنے علم سے نقصان بھی پہنچاتا ہے اور فائدہ بھی، اگر انسان علم حاصل کرنے کے بعد علم کی غلط تشریح کی اور ہزاروں انسانوں کو گمراہ کیا اور عمل سے دور کر دیا اور خود علم حاصل کر کے اس علم کے مطابق زندگی نہیں گذاری اور علم کو اپنے عالم ہونے کا رعب پیدا کرنے کے لئے' دنیا میں نام روشن کروانے اور اپنے کو سب سے زیادہ قابل اور پڑھا لکھا کہلانے کے لئے لوگوں پر پیش کیا تو اس کے علم حاصل کرنے کا مقصد صحیح نہیں ہوگا، یہ عمل ریاء کاری ہوگا، ایسا عالم لوگوں کو اچھائی کا حکم کر کے خود برائی پر زندگی گذارے تو یہ بھی علم کے ساتھ نفاق کرنا ہے، علم حاصل کر کے غرور وتکبر کا شکار ہو جائے تو یہ بھی جہالت ہے، درخت پر جب پھل لگتے ہیں تو

ڈالیاں جھک جاتی ہیں۔

مال و دولت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، انسان جب غریب ہوتا ہے تو اللہ سے مال و دولت مانگتا ہے، مگر جب دولت مل جاتی ہے تو اپنے اوقات بھول جاتا ہے، مال کو حلال کاموں اور اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اللہ کا شکر گذار نہیں بنتا، دولت سے اللہ کے احکام کے خلاف چل کر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور دولت کو خدا سمجھتا ہے اور دولت حاصل کرنے کے لئے اللہ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتا، حرام و حلال کی تمیز کے بغیر دونوں طریقوں سے مال حاصل کرتا ہے' جس کی عام شکلیں' دھوکہ وفریب' غبن' سود' رشوت' جسم فروشی' جوڑے کی رقم' سامانِ جہیز' اپنے یا دوسروں کے دُکان' مکان' زمین و جائیداد پر ناجائز قبضے، جوا' جھوٹے مقدمات کے ذریعہ مال وصول کرنا، حق کو مٹانے کے لئے دولت کا استعمال کرنا وغیرہ، حرام مال سے اولاد کی دنیوی زندگی اچھی بنانا۔

چنانچہ حشر کے میدان میں سوال ہوگا دولت کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اس کا حساب دینا ہوگا، بہت سے لوگ سودی کاروبار کر کے دولت کماتے ہیں، عورتیں جسم فروشی کے ذریعہ بڑی بڑی رقمیں کماتی ہیں، ناجائز طریقوں سے لینڈ گرابر بن کر دوسروں کی جائیدادوں پر قبضہ کرتے ہیں اور خوب مال کما کر دنیا بناتے ہیں، اور پھر دولت کو اپنی اولاد کی اعلیٰ تعلیم' شادی بیاہ' گھر' بنگلہ' گاڑی لینے' اپنی اور اپنے بچوں کی دنیا بنانے اور فضول کاموں میں خرچ کرتے ہیں، اولاد کو دیندار بنانے کے لئے مال خرچ نہیں کرتے، ساری دولت کو دنیا کی زندگی کو عیش والی بنانے میں خرچ کرتے ہیں، امت کے مسائل حل کرنے اور غریبوں کے روزگار و امداد میں خرچ نہیں کرتے، ایسے لوگوں سے جب دینی کام یا امداد کے لئے مالی تعاون طلب کیا جاتا ہے تو بہانے کر کے ٹال دیتے ہیں۔

اسی طرح جوانی کے بارے میں پوچھا جائے گا، انسان کے لئے جوانی کا زمانہ بہت نازک ہوتا ہے، اور اس زمانے میں اسے نفسِ امّارہ برائی کی بہت زیادہ ترغیب دیتا ہے، جوانی میں اللہ کی عبادت کے بجائے بوڑھاپے میں عبادت کر لینے کا تصور پیدا کر لیتا ہے،

حالانکہ جوانی کی عبادت اللہ کے پاس بہت قدر رکھتی ہے، مگر انسان جوانی میں صحیح رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے اپنے ہوش کھو بیٹھتا ہے، ماحول اور صحبت غلط ملنے پر سگریٹ' گٹکھا' شراب' ناچ گانا' بجانا' گالی گلوج' قتل وغارت گری' لہوولعب' ظلم وستم' غنڈہ گردی' آوارگی اور نماز سے دوری میں جوانی کی عمر اور وقت کو ضائع کر دیتا ہے، جوانی میں انسان کو خیر کے کام کرنے اور شر سے بچنے کی بہت زیادہ طاقت ہوتی ہے، لیکن وہ اس طاقت کو اللہ کی اطاعت وغلامی میں خرچ نہیں کرتا، زیادہ تر لوگ جوانی یعنی جس زمانے میں صحت اچھی اور تندرست رہتی ہے اس وقت خیر کے اختیار کرنے کی پوری طاقت رکھتے ہیں، جب بوڑھے ہوجاتے ہیں یا معذور ہوجاتے ہیں اور شہوت ختم ہوجاتی ہے' جسمانی طاقت ختم ہوجاتی ہے تب اللہ کی عبادت' استغفار اور توبہ کرتے ہیں، یا جوانی میں بوڑھے ہوجانے کے بعد کام دھندوں سے فرصت ملنے کے بعد اللہ کی عبادت کرنے کا ذہن بنا لیتے ہیں۔

☆ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا حساب اتنا زبردست اور مکمل ہوگا کہ اگر دنیا میں ایک جانور دوسرے ساتھی جانور پر ظلم کیا ہے یا سینگ والا بغیر سینگ والے جانور کو مارا ہے تو اللہ تو ان کو بھی کچھ دیر کے لئے زندہ کر کے آپس میں بدلہ دلائے گا۔

☆ اگر انسان نے جانوروں کو پال کر ان پر ظلم کیا ہے تو وہ جانور قیامت کے دن اپنے مالک کو اس ظلم کے معاوضہ میں لاتیں ماریں گے، پیروں سے ان کو نیچے لٹا کر کچلیں گے۔

☆ اگر انسان اپنے گناہ سے انکار کردے اور گناہ کو نہ مان کر اپنے ساتھ رہنے والے اور اعمال لکھنے والے فرشتوں کراماً کاتبین کے ریکارڈ کو غلط کہیں گے اور اپنے گناہوں پر گواہ پوچھے تو اللہ تعالیٰ اسی کے جسم کے اعضاء سے اور زمین کے جس حصہ پر گناہ کئے ہیں' اعضاء اور زمین' گناہ کا وقت اور دن بتا کر گواہی دیں گے اور انسان کے سامنے تصویر ظاہر ہوگی۔

☆ انسان اگر دنیا میں کسی کے بھی حقوق ادا نہیں کیا ہے تو آخرت میں حساب اور صحیح فیصلے کے لئے اس کو اپنی نیکیاں دینا پڑے گا اور مظلوم کے گناہ لینا پڑے گا۔

آخرت کا حساب ایسا ہے کہ جس کے جتنے گناہ زیادہ ہوں گے اس پر اس کے جسم کو

اتنا ہی موٹا اور بڑا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا، اور ایمان والوں کو جو مرنے سے پہلے گناہ معاف نہیں کروالئے ان کو اپنے گناہوں سے پاک ہونے کے لئے گناہوں کی سزا مکمل ہونے تک جہنم میں جلنا پڑے گا۔

منافقین دنیا میں ایمان والوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان کے ساتھ رہتے تھے، پل صراط پر جب اندھیرا ہی اندھیرا رہے گا تو وہاں کچھ دور تک ایمان والوں کے ساتھ چلیں گے، پھر اندھیروں میں کردئے جائیں گے۔

آخرت کے حساب میں مؤمنین پر اللہ تعالیٰ کا رحم

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کافر چونکہ دنیا میں کوئی نیک عمل نہیں کیا لہٰذا اُسے قیامت کے دن پچاس ہزار سال تک کھڑا رکھا جائے گا اور کافر جہنم کو دیکھ رہا ہوگا اور سمجھ رہا ہوگا کہ وہ مجھے گھیرنے والی ہے، حالانکہ وہ جہنم سے چالیس سال کی مسافت کی دوری پر ہوگا۔ (احمد، حاکم)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس دن کو مؤمن کے لئے مختصر کردیا جائے گا، حتیٰ کہ وہ اس کے لئے اس سے بھی زیادہ سہل ہوگا جتنی دیر میں وہ فرض ادا کرلیا کرتا تھا۔ (احمد، بیہقی)

دوسری روایت میں ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مؤمن پر قیامت کا دن ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کے برابر ہوگا۔ (حاکم، بیہقی)

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ مؤمنین پچاس ہزار سال میں سے صرف آدھے دن کے بقدر کھڑے ہوں گے، پھر اللہ اس دن کو مؤمنین پر اتنا مختصر کردیں گے جتنا کہ سورج کے غروب ہونے کے قریب سے غروب ہونے تک کا درمیانی وقت ہوتا ہے۔

اگر آخرت نہ ہوتی تو دنیا کی یہ زندگی بیکار ہوتی، آخرت کی وجہ سے ہی انسانوں میں نیکی اور بدی کا خیال ہے، اعمالِ صالحہ اور اعمالِ رذیلہ کو وہ جانتے ہیں، جنت و دوزخ کے راستوں کی تعلیم ہے، حشر کے میدان میں دوبارہ زندہ ہوکر جواب دینے کا احساس

ہے، تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کا ذہن ہے۔

ایمانیات کے اقرار سے پہلے عقیدۂ آخرت سمجھنا ضروری ہے

یہ دونوں صفات عقیدۂ آخرت کے اہم جزو ہیں، ان کا یقین پیدا ہو جائے تو ایک مسلمان اپنی زندگی کے اعمال سے عقیدۂ آخرت کی تصدیق کرتا ہے، مگر کثیر تعداد مسلمانوں کی دوسری قوموں کی طرح آخرت کو زبان سے تو مانتی ہے مگر عمل سے آخرت کی تیاری اور فکر ظاہر نہیں کرتی، اللہ سے نڈر بن کر زندگی گذار رہی ہے، اسی وجہ سے ایک زمانہ سے ذلت و بے عزتی میں مبتلا ہے، مالک یوم الدین کا بار بار اقرار کرنے کے باوجود آخرت سے غافل ہیں، یاد رکھئے جوار کے بیج بو کر آم حاصل نہیں کر سکتے۔

جب ایک انسان عقیدۂ آخرت کے ان دونوں جز کو سمجھ جاتا ہے تو وہ دنیا میں رہتے ہوئے نہ دکھائی دینے والے مالکِ حقیقی کو دیکھ لیتا ہے اور کلمہ کا اقرار کر کے اللہ کے ساتھ وفاداری کا، اللہ ہی کی غلامی و بندگی کا اور اللہ ہی کو معبودِ حقیقی ماننے کا اقرار کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ ساری کائنات بغاوت و نافرمانی کر لے مگر میں آپ کا وفادار بندہ بن کر آخرت میں آؤں گا، جب وہ اس شعور کے ساتھ ایمان لاتا ہے تو دنیا کے تمام انسانوں کے مقابلے اس کی سوچ، مزاج اور اعمال غیر ایمان والے سے بالکل الگ ہو جاتے ہیں، اس کی یہ حالت دنیا کی زندگی میں وہ ہو جاتی ہے جو غیر مسلم کی حالت حشر کے میدان میں ہوگی۔

شعوری طور پر آخرت کے اقرار سے اعمال میں جان پیدا ہو جاتی ہے

کلمہ پڑھنے سے پہلے اس کا ہر عمل دنیا کے لئے بے جان رہتا ہے، مگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس کا ہر عمل آخرت کے لئے جاندار عمل بن جاتا ہے، وہ اللہ کی ان صفات المعید اور الحسیب سے جان جاتا ہے کہ اس کا مالک رات دن اس کی نگرانی کر رہا ہے، وہ اسی عقیدہ کی وجہ سے شجر طیبہ کی طرح پروان چڑھتا ہے، مؤمن میں یہ عقیدہ اس کے ہر عمل سے ایمان کی روشنی ظاہر کرتا ہے، اور اسی عقیدہ کی وجہ سے وہ کچھ کرنے اور کچھ نہ کرنے کی

طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔

مگر افسوس آج مسلمان آخرت سے اتنے غافل ہیں کہ ان کا یہ ایمان ان کو نماز کے لئے مسجد جانے اور اللہ کے خوف سے پردہ کرنے، حرام وحلال، جائز وناجائز کا احساس ہی نہیں دلا رہا ہے، صحابہ کرامؓ نے ایسا ایمان قبول نہیں کیا تھا، وہ ایمان قبول کرتے ہی اللہ کے مطیع وفرمانبردار بن جاتے تھے۔

قرآن مجید میں دو قسم کے ایمان کی مثال ملتی ہے

قرآن مجید نے دو قسم کے ایمان کی مثال انسانوں کو پیش کی ہے، ایک بنی اسرائیل یہود ونصاریٰ کے طرز کا ایمان، دوسرے صحابہ کرامؓ کے طرز کا ایمان، بنی اسرائیل کے طرزِ ایمان سے خاندانی، نسلی، تقلیدی اور بے شعوری بگڑا ہوا ایمان ملتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی کوئی اطاعت و بندگی نہیں نکلتی، ایسا ایمان حلق سے نیچے دل تک بھی نہیں اترتا، ایسے انسان کا ایمان الگ ہوتا ہے اور زندگی کے اعمال الگ ہوتے ہیں، مگر صحابہ کرامؓ کے ایمان سے ایمان کا حقیقی عکس ظاہر ہوتا تھا، جیسا ایمان ہوتا ویسا ہی عمل ہوتا تھا، ان کو دیکھ کر انسانوں کو اللہ یاد آجاتا تھا۔

انسان کا ہر عمل آخرت پر ایمان ہونے یا نہ ہونے کو ظاہر کرتا ہے

انسان لاکھ ایمان کا دعویٰ کرے، اس کے اعمال خود ظاہر کریں گے کہ اس انسان کے پاس اللہ کو حساب دینے اور اسے جواب دینے کا کتنا خیال ہے، آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد اس کے دعوے کی تصدیق عمل سے ثابت ہوجائے گی، جان بوجھ کر بے باکی اور جسارت کے ساتھ اللہ کی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنا، عقیدۂ آخرت پر یقین نہ ہونے یا کمزور ہونے کو ظاہر کرے گا، آخرت سے غافل انسان کی ساری محنت اور توجہ دنیا پر ہوتی ہے، وہ دین کا کتنا ہی نقصان ہو پرواہ نہیں کرتا، اور دنیا کو حاصل کرنے کے لئے اللہ کے ہر حکم کو جان بوجھ کر توڑتا ہے، حق وناحق، حرام وحلال، جائز وناجائز، انصاف وناانصافی، دیانت داری اور بے ایمانی میں کوئی فرق ہی نہیں رکھتا، ایسے لوگ دنیا کو آگے اور آخرت کو

پس پشت ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد دیکھا جائے گا، آخرت میں جواب دہی کا احساس رکھنے والے دنیا میں چاہے بڑے سے بڑا نقصان ہوجائے وہ پرواہ نہیں کرتے، آخرت کی خاطر دنیا کی تکالیف، مصیبتیں اور نقصان برداشت کر لیتے ہیں۔

عقیدۂ آخرت کا انکار گویا اللہ کی صفت عدل کا انکار ہے

عقیدۂ آخرت کا انکار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو انصاف کرنے والا نہ ماننا، اللہ کو دوبارہ زندہ کرنے والا نہ ماننا، اللہ کو حساب لینے والا نہ ماننا، اللہ کو جزاء وسزا دینے والا نہ ماننا، اللہ کو دوبارہ زندہ کرنے سے مجبور ماننا ہے۔

اگر اسلامی عقیدۂ ایمان میں عقیدۂ آخرت نہ ہوتا تو عقیدۂ ایمان کے دوسرے تمام جز وکمزور ہوجاتے، اسی عقیدہ سے پورے ایمانی عقیدہ میں جان اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے، اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو کوئی بھی کتاب اور رسالت پر عمل نہیں کرتا تھا، اسی عقیدہ سے انسان پورے عقیدۂ ایمان پر عمل کرتا ہے، جن لوگوں نے اس عقیدہ کے مطابق زندگی گذاری وہ حضور ﷺ کے امتیوں میں دنیا کے بہترین انسان بنے، شروع زمانے ہی سے انسان کو اس عقیدہ پر ایمان مضبوط طریقے اور قوی یقین کے ساتھ لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

ہمیشہ آسان حساب کے لئے دعاء مانگنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو بعض نمازوں میں یہ دعاء مانگتے سنا: **اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا** ۔ اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لیجئے۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! آسان حساب کی صورت کیا ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ ایک شخص کے اعمال نامہ کو دیکھے گا اور اس سے صرفِ نظر فرمائے گا (تو یہ آسان حساب ہوگا)، اور جس شخص کے بارے میں اس روز پوچھ گچھ کی گئی تو اے عائشہ! وہ ہلاک ہوا۔

اس لئے ہمیں ہمیشہ آسان حساب کی دعاء مانگتے رہنا چاہئے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قبیلہ قریش کے لوگوں کا نام لے لے کر چوکنا

کیا، اے بنی عبد مناف! میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا، اے عباس بن عبدالمطلب! میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا، اے پھوپی صفیہ! میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا، اے محمد کی بیٹی فاطمہ! تم میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو، (مگر) میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے امارت کی خواہش کی، آپؐ نے فرمایا: تم ناتواں ہو اور امارت ایسا بارِ امانت ہے کہ اگر اس کے حقوق کی نگہداشت نہ کی جائے تو آخرت میں رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے، اس کے بعد حضرت ابوذر غفاریؓ نے پھر کبھی امارت کی خواہش نہیں کی اور ہمیشہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔

ایک مرتبہ ایک شخص ان سے ملنے ان کے گھر گیا، دیکھا کہ گھر میں کوئی سامان ہی نہیں ہے، پوچھا سامان کیوں نہیں رکھا؟ انہوں نے کہا کہ گھر کا مالک مجھے سامان رکھنے نہیں دیتا، اس لئے صرف ضرورت کی حد تک ہی سامان رکھا ہوں (گھر کے مالک سے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ تھا)۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ قبیلہ کندہ میں شادی کئے، نکاح کے بعد وہ اپنے سسرال گئے تو دیکھا دیواریں پردوں سے آراستہ ہیں، یہ آرائش انہیں بالکل پسند نہیں آئی کہ لوگوں کے تن ڈھانکنے کا سامان دیواروں کی سجاوٹ پر صرف کیا جا رہا ہے، فرمایا: کیا اس گھر کو بخار ہے جو اُسے کپڑے اڑھائے گئے ہیں کہ ہوا نہ لگ جائے؟ یا کعبہ ہٹ کر یہاں آ گیا ہے؟ یہ کہہ کر تمام پردے دیواروں سے ہٹا دئے، جب تک دیواریں صاف صاف نظر نہ آنے لگیں مکان کے اندر قدم نہ رکھا، صرف پردے کے لئے دروازے پر ایک کپڑا پڑا رہنے دیا، گھر کے اندر داخل ہونے پر دیکھا کہ بے شمار قیمتی سامان بھرا ہوا ہے، پوچھا یہ سامان کس کا ہے؟ کہا گیا یہ آپ کا اور آپ کی بیوی کا ہے، آپ نے فرمایا: میرے محبوب ﷺ نے مجھے اس کی وصیت کی ہے کہ دنیا میں تمہارے پاس اتنا ہی سامان ہونا چاہئے جتنا ایک مسافر کے پاس راہِ سفر کی ضرورت کے لئے ہوتا ہے۔

وفات کے وقت حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس ایک بڑا پیالہ، ایک لگن اور ایک طشت تھا، اس کو بھی آپ سانپ سمجھتے تھے۔ (سیرۃ المہاجرین)

آپؓ نے عمر بھر کبھی گھر نہیں بنایا، جہاں کوئی سایۂ دیوار یا درخت کی چھاؤں دیکھتے وہیں گذارا کر لیتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں آپ کے لئے ایک مکان بنادوں، فرمایا: مجھ کو اس کی حاجت نہیں، وہ اصرار کرتا رہا، آپ برابر انکار کرتے رہے، آخر میں اس نے کہا کہ آپ کی مرضی کے مطابق بنادوں گا، فرمایا: وہ کیسے؟ عرض کیا: اتنا مختصر کہ کھڑے ہوں تو سر چھت سے لگ جائے، اگر لیٹیں تو پیر دیواروں سے لگیں، فرمایا: خیر! اس میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ اس شخص نے ایک جھونپڑی بنا کر دے دی۔

قیامت کے دن جس کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا گیا اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا، یعنی اس سے سخت حساب نہ لیا جائے گا، نیک لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم ان کے بہتر اعمال قبول کرلیں گے، اور ان کی برائیوں سے درگذر کریں گے''۔ (الاحقاف:١٦)

دنیا میں جو لوگ آخرت کے حساب میں آسانی چاہتے تھے، انہوں نے عہدہ، کرسی اور اقتدار کو اپنانے سے دور رہے، جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو جب امیر المؤمنین بنانے کی تجویز پیش کی گئی تو آپؓ نے کہا کہ مجھے اوندھا لٹا کر ذبح کردینے کے باوجود میں یہ عہدہ لینا گوارا نہیں کروں گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ خاص طور پر لوگوں کو یہ نصیحت کرتے تھے کہ کبھی حکومت و امارت قبول نہ کرنا، دنیا میں امیر کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے اور قیامت کے روز اس سے سختی سے حساب لیا جائے گا، اس کا اعمال نامہ بہت لمبا ہوجائے گا۔

حضرت عمر فاروقؓ امیر المؤمنین ہونے کے باوجود رات کو عوام کے حالات معلوم کرنے کے لئے خفیہ طور پر گشت کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے ایک گھر میں ایک عورت کو اپنی بیٹی سے کہتے سنا کہ دودھ میں پانی ملالو، رات کا وقت ہے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، اس پر

بیٹی نے کہا کہ امیر المؤمنین نے منع کیا ہے، اس پر ماں نے کہا کہ امیر المؤمنین کو کیا خبر ہوگی؟ بیٹی نے کہا: اگر امیر المؤمنین کو نہ ہوئی تو کیا ہوا اللہ کو تو خبر ہوگی، میں پانی نہیں ملاؤں گی، یہ کیفیت انسان پر اللہ کے پاس حساب دینے کے تصور سے پیدا ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے قرض مانگا، انہوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ یہ رقم بیت المال سے قرض لے سکتے ہیں، حضرت عمرؓ نے جواب دیا: میں بیت المال سے قرض نہ لوگا، کیوں کہ اگر ادائیگی سے پہلے مرگیا تو تم لوگ میرے وُرثاء سے وصول نہ کروگے، اور بار میرے سر رہ جائے گا، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ایسے آدمی سے قرض لوں کہ اگر ادائیگی سے پہلے مرجاؤں تو وہ میرے وُرثا سے قرض وصول کرلے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو چیف جسٹس کا عہدہ دینے کی پیشکش کی گئی، آپؓ نے امیر المؤمنین سے اس عہدہ کو قبول کرنے سے معذرت چاہی، وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ کوئی غلط فیصلہ کردو تو اللہ کے پاس پکڑ ہوگی، اس ذمہ داری سے مجھے دور ہی رکھئے۔

حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کسی جنازہ میں شریک تھے، تدفین ہونے تک دھوپ بہت تیز تھی، لوگ قبر کے قریب ایک گھر کے سایہ میں جاکر ٹھہر گئے، اور آپ کو بھی دھوپ سے بچ کر وہاں آکر ٹھہرنے کے لئے اسرار کیا، آپ نہیں مانے، دھوپ ہی میں ٹھہرے رہے، دریافت کرنے پر کہا کہ اس گھر کا مالک میرا مقروض ہے، اس لئے میں اس کے گھر کی چھاؤں سے بھی فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا۔

لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں، مگر اللہ کے پاس حساب دینے سے غافل بن کر رشوت، ناانصافی اور تعصب سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں، خاص طور پر عدلیہ میں وکالت کرنے والے حضرات کو اس کی فکر ہی نہیں، کثرت سے جھوٹ بول کر ملزم کو بچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں خاص طور پر ایک منافق کے واقعہ میں جھوٹ کا الزام

یہودی پر لگانے والے انصار کے ایک گروہ کو وارننگ دی اور کہا کہ دنیا میں تو غلط بیانی سے ملزم کو بچالو گے مگر کل قیامت کے دن اللہ کے پاس جھوٹی باتیں اور جھوٹی گواہی کچھ بھی نہیں چلے گی، وہاں کسی کی وکالت کچھ بھی کام نہیں آئے گی، وہاں لفاظی سے کام نہیں چلے گا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگ میرے پاس مقدمے لاتے ہو، اگر کسی کو چرب زبانی سے بولنا اچھا آتا ہے اور ایسی بات کرے کہ فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے تو وہ مطمئن نہ ہو جائے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ دلا دیا، وہ شخص آگ کا ٹکڑا لئے جا رہا ہے۔ (بخاری)

الحسیب کے دو معنیٰ ہیں، ایک یہ کہ ہر خوف اور خطرے کے مقابلے میں اللہ کافی ہے، دوسرے یہ کہ حساب لینے کے لئے اللہ ہی کافی ہے، جب مشرکین صحابہ کرامؓ میں اپنی تعداد اور قوت کا پروپیگنڈہ کر کے خوف پیدا کرنا چاہتے تھے تو صحابہؓ بے ساختہ **حسبنا اللہ و نعم الوکیل** کے الفاظ زبان سے ادا کر کے اللہ ہی پر بھروسہ ہونے کا اظہار کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکا گیا تو آپؑ نے انہی الفاظ سے اللہ کی مدد مانگی تھی اور اللہ کی طرف متوجہ رہے، کسی مخلوق سے نہیں گھبرائے، صحابہؓ بھی جنگ بدر اور جنگ احد میں انہی الفاظ کو ادا کر کے اپنے اندر ہمت پیدا کی، معنیٰ یہ ہیں کہ مخلوقات کی ساری قوتیں اور ساری طاقت و ہتھیار اور تعداد سب اللہ کے سامنے بیکار ہیں، کیونکہ ہر چیز اس کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی، اس کے حکم سے باقی رہنے والی ہیں، اسی کی مرضی سے فناء ہو سکتی ہیں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت میں حساب دینے والے دو ایمان والوں کا واقعہ بیان کیا، ایک نے دوسرے سے زمین خریدی، خریدار کو بعد میں زمین سے ایک مٹکا ملا جس میں سونا تھا، اس نے زمین جس سے خریدی تھی کہا کہ میں نے آپ سے زمین خریدی تھی یہ سونا نہیں، دوسرے آدمی نے کہا: میں نے زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب آپ کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں ایک تیسرے آدمی کے

پاس بغرضِ فیصلہ گئے، اس نے ان سے پوچھا: تم صاحبِ اولاد ہو؟ ایک نے جواب دیا کہ میرا ایک لڑکا ہے، دوسرے نے کہا کہ میری ایک لڑکی ہے، فیصلہ کرنے والے نے کہا: دونوں آپس میں ان کا نکاح کروادو اور اس سونے کو ان پر خرچ کردو۔......غور کیجئے کہ اللہ کے پاس حساب دینے کے احساس پر سونا ملنے کے باوجود لینے تیار نہیں ہوئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن دینار امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ تھے، راستے میں ایک مقام پر پہاڑ پر سے ایک چرواہا بکریوں کا ریوڑ لیکر نیچے اترا، حضرت عمرؓ نے اس سے کہا ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کردے، اس نے جواب دیا: میں غلام ہوں مالک نہیں، یہ میرے آقا کا ریوڑ ہے، آپؓ نے آزمائش کے لئے فرمایا: آقا سے کہہ دینا کہ بھیڑیا بکری کھا گیا، چرواہے نے کہا: اللہ کو کیا جواب دوں گا؟ اس پر حضرت عمرؓ رو پڑے، پھر غلام کے ساتھ اس کے آقا سے ملے اور اُسے خرید کر آزاد کردیا اور فرمایا کہ اس کلمہ کی بدولت تجھے دنیا میں تو آزادی نصیب ہوگئی ہے، انشاء اللہ آخرت میں بھی یہ تجھے نجات دلادے گی۔

☆ ایک دن حضرت ابوجحیفہؓ گوشت اور روٹی کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے، ڈکاریں آنے لگیں، حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی ڈکاریں بند کرو، کیونکہ دنیا میں جو سب سے زیادہ پیٹ بھرنے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکے ہوں گے، یہ سن کرانہوں نے زندگی بھر پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

☆ خلافت سے پہلے حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کی جائیداد واملاک کی آمدنی پچاس ہزار دینار (اشرفی) تھی، خلیفہ بننے کے بعد جاگیریں مستحقین کو واپس کردیں، تو آپ کی بھی آمدنی صرف دوسو دینار رہ گئی، اور آپ کی شاہانہ زندگی عسرت وتنگ حالی والی ہوگئی، بیت المال سے اپنے لئے کچھ نہ لیتے تھے، اپنی آمدنی سے گذارہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ مسلمانوں میں سیب تقسیم کررہے تھے، آپ کا چھوٹا بیٹا آکر ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا، آپ نے اس کے ہاتھ سے سیب چھین لیا، وہ روتا ہوا ماں کے پاس گیا، ماں نے بازار سے سیب منگوا کردیا، آپ گھر میں داخل ہوئے اور سیب کی بو محسوس

ہوئی تو پوچھا کہ کوئی سرکاری سیب تو یہاں نہیں لایا گیا، کہا کہ خدا کی قسم! میں نے سیب بچے کے منہ سے نہیں چھینا بلکہ اپنے دل سے چھینا ہے، میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ مسلمانوں کے ایک سیب کے بدلے مجھے اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونا پڑے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایک مرتبہ ملک شام گئے، کسی شخص سے قلم مانگا، اتفاق سے اُسے قلم واپس کرنا بھول گئے، اپنے وطن مَرو چلے آئے، یہاں آنے کے بعد قلم پر نظر پڑی تو اپنے مقام مَرو سے پھر ملک شام واپس گئے اور قلم کے مالک کو قلم واپس کیا، مَروْ شام سے سیکڑوں میل کے فاصلے پر ہے، اور گھوڑے، اونٹ اور خچر پر سفر کیا جاتا تھا، یہ عمل صرف آخرت کی باز پرس کا احساس ہے۔

☆ ہم دنیا میں جب سفر کرتے ہیں تو سفر اور مقامِ سفر کے لحاظ سے سامان تیار کرتے ہیں اور پوری تیاری کرتے ہیں تاکہ راستے میں اور منزل پر پہنچنے میں کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے، لیکن آخرت کے سفر میں حساب دینے اور سفر کی تیاری سے غافل ہو چکے ہیں۔

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ ان سے فرمایا کہ آپ کے زہد کا کیا کہنا، تو انہوں نے خلیفہ سے کہا کہ آپ تو مجھ سے بڑے زاہد ہیں، کیونکہ میں نے دنیا سے بے رغبتی اختیار کی ہے، جس کی حقیقت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں، اور آپ نے تو آخرت سے بے نیازی اختیار کر رکھی ہے، جس کے مقابلے میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں، میں فانی کا زاہد ہوں اور آپ تو باقی کے زاہد ہیں، آپ علمائے دین سے کہتے ہیں کہ تم لوگ زمین کے چراغ تھے جن سے روشنی ملتی تھی، لیکن اب آپ لوگ خود ظلمت کا سبب بن گئے ہیں، آپ لوگ ستاروں کے مانند تھے جن سے گم کردہ راستہ مل سکتا تھا، مگر اب سراپا حیرت بن گئے۔

☆ حضرت حکیم حسنین بن اسحاقؒ، متوکل علی اللہ عباسی کے زمانہ میں ممتاز ماہر فن طبیب اور دوا ساز تھے، خلیفہ نے چاہا کہ میں ایک بااعتماد طبیب کو علاج کے لئے رکھوں، اس زمانہ میں سلاطین کو اپنی جان کا خطرہ رہتا تھا، ایک شاہی طبیب سازش کا شکار ہو کر حکمران کی زندگی کا خاتمہ کر سکتا تھا۔

خلیفہ نے حسنین بن اسحاقؒ کو اپنا طبیب مقرر کرنے سے پہلے ان کی آزمائش کرنا چاہا، چنانچہ ابن اسحاق کو طلب کیا اور تنہائی میں کہا کہ جانتے ہو میں نے کیوں طلب کیا ہے؟ ابن اسحاق نے کہا میں امیر المؤمنین کے دل کی بات کیسے جان سکتا ہوں؟ خلیفہ نے کہا میں ایک شخص کو پسند نہیں کرتا، اُسے قتل کرنا خلافِ مصلحت ہے، تم کوئی ایسی دوا تیار کردو کہ اس کے ذریعہ اس کی موت واقع ہوجائے، ابن اسحاق نے کہا امیر المؤمنین کا اصل مقصد برائی کو ختم کرنا ہے یا خود بُرا بننا ہے، بہتر طریقہ یہ ہے کہ اُسے حسن سلوک سے اپنا چاہنے والا اور اپنے اخلاقِ حسنہ سے اپنا گرویدہ بنالیجئے۔

خلیفہ نے کہا میں نے تمہیں مشورے کے لئے نہیں بلایا، نہ مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت ہے، میں اپنی ضرورت اور مصلحت بہتر طور پر سمجھتا ہوں، تم ایک مہلک دوا تیار کردو، ابن اسحاق نے کہا میں ایک طبیب ہوں، میرا پیشہ ایک مقدس پیشہ ہے، میرا کام حتی الامکان خدا کے بندوں کی جان کی حفاظت کرنا ہے نہ کہ ان کو ہلاک کرنا، میں نے آج تک کوئی ایسی دوا نہیں بنائی۔

خلیفہ نے کہا تم میرا یہ کام کردو، میں تمہیں دولت سے مالا کردوں گا، ابن اسحاق نے کہا امیر الامؤمنین آج تو میں آپ کی خوشنودی اور انعام واکرام کے لئے ایک شخص کی ہلاکت کا سامان کردوں، لیکن کل خدا کو کیا جواب دوں گا، اس روز آپ کی خوشنودی اور یہ رقم میرے کس کام آئے گی۔

خلیفہ نے کہا اگر تم میری فرمائش کی تعمیل نہ کی تو میں پہلے تم کو قید کردوں گا، اس کے بعد قتل کروادوں گا، ابن اسحاق نے کہا کہ مجھے دنیا میں جو مصیبت بھی برداشت کرنی پڑے اور میرا جو بھی انجام ہو اُسے برداشت کرلوں گا، لیکن اپنی آخرت برباد نہ کروں گا۔

خلیفہ نے ابن اسحاقؒ کو قید کردیا، تکالیف دیں، پھر کچھ دنوں بعد قید سے طلب کیا پھر تنہائی میں گفتگو کی، کہا کہ ابن اسحاق اب کیا کہتے ہو؟ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو یا تمہاری گردن ماردی جائے؟

ابن اسحاق نے کہا: امیر المؤمنین کو ہر طرح کا اختیار ہے، آپ جو چاہیں کریں لیکن میرے سامنے اب بھی آخرت کا سوال ہے، میں دنیا کی ہر سختی برداشت کر سکتا ہوں، لیکن اپنی آخرت برباد نہیں کر سکتا۔

خلیفہ نے کہا: ابن اسحاق! میں تم کو مرحبا کہتا ہوں، تم میری آزمائش میں پورے اترے ہو، تم بلا شبہ اللہ سے ڈرنے والے اور لائق اعتماد طبیب ہو، اگر تم میری ترغیب یا میری سختی سے متاثر ہو جاتے تو میں تم کو جلاد کے حوالے کر دیتا، میں تمہیں اپنا ذاتی طبیب بنانا چاہتا ہوں، اس لئے تمہیں ہر طرح کی آزمائش کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری تھا، مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم ہر طرح سے لائق اعتماد ثابت ہوئے ہو۔

پھر خلیفہ نے ان کو دولت وانعام سے نوازا اور اپنا ذاتی طبیب بنالیا۔

عرب کا ایک سوداگر اکثر اپنا شہر چھوڑ کر قریب کے دیہاتوں میں تجارت کے لئے جایا کرتا تھا، کچھ دنوں بعد اس کی بیوی نے محسوس کیا کہ وہ اپنے سفر میں زیادہ دن گھر سے دور رہنے لگا ہے، اس نے ایک خادم سے تحقیق کروائی تو معلوم ہوا کہ فلاں گاؤں میں اس نے دوسری شادی کر لی ہے، اس لئے وہاں بھی وقت گذارتا ہے، بیوی نے راز کو راز ہی رکھا، کبھی تاجر پر ظاہر ہونے نہیں دیا، اور نہ تاجر نے اس کا تذکرہ کیا۔

کچھ دنوں بعد تاجر کا انتقال ہو گیا، بیوی نے اپنی سوکن کو ایک خط لکھا کہ بہن میں اس راز سے واقف ہوں کہ میرے شوہر نے آپ سے نکاح کیا ہے، وہ انتقال کر گئے ہیں، میں نے ان کی جائیداد کو آدھی آدھی تقسیم کر کے آپ کا حصہ آپ کے لئے علاحدہ رکھا ہے، آپ کسی سے منگوالیں، دوسری بیوی جو متقی و پرہیزگار اور اللہ کے پاس جواب دہی کا احساس رکھتی تھی اس نے دعائے مغفرت کے بعد لکھا کہ مجھے غم ہے کہ آپ کے شوہر کا انتقال ہو گیا، شائد آپ کو یہ بات نہیں معلوم کہ وہ مجھے اپنی زندگی میں طلاق دے چکے تھے، میں ان کی زوجیت سے خارج ہو چکی تھی، اس لئے میں اب اس مال کی حقدار نہیں ہوں۔

☆☆☆☆☆